بازار میں بکنے اور یورپی ممالک سے آنے والی اشیاء کے بارے میں
حلال وحرام کا حکم جاننے کے سلسلے میں رہنمائی فراہم کرنیوالی
ایک بے نظیر تحریر

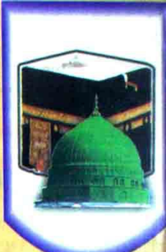

حلال یا حرام؟

تصنیف: امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ

تسہیل: حضرت علامہ مفتی محمد اکمل قادری عطاری

مکتبہ اعلیٰ حضرت

بازار میں بکنے اور یورپی ممالک سے آنے والی اشیاء کے بارے میں حلال وحرام کا حکم جاننے کے سلسلے میں رہنمائی فراہم کرنے والی ایک بے نظیر تحریر

حلال یا حرام؟

مؤلف

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

تسہیل

حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطا قادری عطاری

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت، دکان نمبر 4 دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 10 برائٹ کارنرز درپرانی سبزی منڈی کراچی

marfat.com

786
92

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

﴿جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ھیں﴾

نام کتاب	ـــــــ	حلال یا حرام
تالیف	ـــــــ	امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن
تسہیل	ـــــــ	علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی
صفحات	ـــــــ	144
ہدیہ	ـــــــ	=/45 روپے
اشاعت اول	ـــــــ	مارچ 2002ء

﴿ملنے کا پتہ﴾

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 4 داتا دربار مارکیٹ سستا ہوٹل لاہور

Ph.....042-7324948......

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 10 برائٹ کارنر نزد پرانی سبزی منڈی کراچی

E.Mail Adress : ajmalattari20@hotmail.com

marfat.com

پہلے اسے پڑھئے

امامِ اہل سنت عظیم المرتبت، پروانہ شمع رسالت، مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے فقہی مقام کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ نے سینکڑوں تصانیف کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کا ایک حسین شاہکار ''**فتاویٰ رضویہ**'' کی صورت میں مسلمانانِ پاک وہند کو عطا فرمایا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ فنی اصطلاحات پر مشتمل عبارات اور اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کے فصیح وبلیغ عالمانہ طرز تحریر کی بناء پر ہزار ہا مسلمان اس علمی خزانے سے براہِ راست فیض یاب ہونے سے ابھی تک محروم ہیں۔ چنانچہ اراکین مکتبہ اعلیٰ حضرت نے اس کوشش کا آغاز کیا کہ آپ کی تصانیف خصوصاً ''فتاویٰ رضویہ'' کے عوامی مسائل کو عام فہم کر کے شائع کیا جائے تا کہ عوام الناس اور فتاویٰ رضویہ کے درمیان بعد ودوری کو کسی قدر کم کیا جا سکے۔

اس سلسلے میں ابتداً مختصر رسائل کے ایک عظیم سلسلے بنام ''رہنمائے کامل'' کا آغاز کیا گیا۔ الحمد للہ! اس کے اب تک بارہ حصے چھپ چکے ہیں۔ جن کے انتہائی عام فہم ہونے کی بناء پر نہ صرف عوام نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا، بلکہ مشاہیر علماء کرام ومفتیانِ عظام نے بھی اس سلسلے کے اجراء پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور بیشتر نے اپنے تحریری تاثرات سے بھی نوازا جنہیں شامل اشاعت کیا جا چکا ہے۔

''رہنمائے کامل'' میں شامل مسائل کی مشکل اردو کی تسہیل اور عربی عبارتوں کا ترجمہ، حوالہ جات کی تخریج، پھر وضاحت وخلاصہ اور نقشے کے ذریعے اسے مزید آسان کرنے کا محنت طلب کام علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن ''رہنمائے کامل'' کے محدود صفحات کی بناء پر اس میں مختص مسائل ہی شامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کے بہت سے اہم فتاویٰ ایسے بھی ہیں، جو مستقل

marfat.com

بازار میں بکنے اور یورپی ممالک سے آنے والی اشیاء کے
بارے میں حلال وحرام کا حکم جاننے کے سلسلے میں رہنمائی
فراہم کرنے والی ایک بے نظیر تحریر

حلال یا حرام؟

مؤلف

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

تسہیل

حضرت علامہ مفتی محمد اکمل عطا قادری عطاری

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت، دکان نمبر 4 دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 10 برائٹ کارنرز دپرانی سبزی منڈی کراچی

marfat.com

786
92

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	———	حلال یا حرام
تالیف	———	امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن
تسہیل	———	علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی
صفحات	———	144
ہدیہ	———	=/45 روپے
اشاعت اول	———	مارچ 2002ء

﴿ملنے کا پتہ﴾

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 4 داتا دربار مارکیٹ ستا ہوٹل لاہور

Ph.....042-7324948......

مکتبہ اعلیٰ حضرت دکان نمبر 10 برائٹ کارنر نزد پرانی سبزی منڈی کراچی

E.Mail Adress : ajmalattari20@hotmail.com

marfat.com

پہلے اسے پڑھئے

امامِ اہلِ سنت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت، مجددِ دین وملت **مولانا الشاہ احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کے فقہی مقام کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپ نے سینکڑوں تصانیف کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کا ایک حسین شاہکار "**فتاویٰ رضویہ**" کی صورت میں مسلمانانِ پاک وہند کو عطا فرمایا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ فنی اصطلاحات پر مشتمل عبارات اور اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کے فصیح وبلیغ عالمانہ طرزِ تحریر کی بناء پر ہزار ہا مسلمان اس علمی خزانے سے براہِ راست فیض یاب ہونے سے ابھی تک محروم ہیں۔ چنانچہ اراکینِ مکتبۂ اعلیٰ حضرت نے اس کوشش کا آغاز کیا کہ آپ کی تصانیف خصوصاً "**فتاویٰ رضویہ**" کے عوامی مسائل کو عام فہم کر کے شائع کیا جائے تاکہ عوام الناس اور فتاویٰ رضویہ کے درمیان بعد و دوری کو کسی قدر کم کیا جا سکے۔

اس سلسلے میں ابتداء مختصر رسائل کے ایک عظیم سلسلے بنام "رہنمائے کامل" کا آغاز کیا گیا۔ الحمد للہ! اس کے اب تک بارہ حصے چھپ چکے ہیں۔ جن کے انتہائی عام فہم ہونے کی بناء پر نہ صرف عوام نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا، بلکہ مشاہیر علماء کرام ومفتیانِ عظام نے بھی اس سلسلے کے اجراء پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور بیشتر نے اپنے تحریری تاثرات سے بھی نوازا جنہیں شاملِ اشاعت کیا جا چکا ہے۔

"رہنمائے کامل" میں شامل مسائل کی مشکل اردو کی تسہیل اور عربی عبارتوں کا ترجمہ، حوالہ جات کی تخریج، پھر وضاحت وخلاصہ اور نقشے کے ذریعے اسے مزید آسان کرنے کا محنت طلب کام علامہ محمد اکمل عطا قادری عطاری مدظلہ العالی بخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن "رہنمائے کامل" کے محدود صفحات کی بناء پر اس میں مختصر مسائل ہی شامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کے بہت سے اہم فتاویٰ ایسے بھی ہیں، جو مستقل

marfat.com

رسائل کی شکل میں ہیں اور جنہیں رہنمائے کامل میں شامل کرنا بہت مشکل محسوس ہوا۔ چنانچہ ان رسائل کو بھی عام فہم کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ کیا گیا۔ اس سلسلے کی پہلی کاوش بنام ''حلال یا حرام؟'' آپ کے سامنے ہے۔ یہ در اصل اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کے رسالہ عظیمہ ''الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر'' کی ایک عام فہم شکل ہے۔ اس رسالے کی تیاری کے لئے اولاً مفتیان کرام سے مشورہ لیا گیا، ان کی اجازت کی برکات سے مستفیض ہونے کے بعد اسے درج ذیل طرز پر نئی شکل دی گئی۔

☆ اعلیٰ حضرت کی تحریر کردہ فصیح و بلیغ اور کوتاہ علم حضرات کی علمی و ذہنی سطح سے بلند و بالا مشکل ترین عبارت کو عوامی ذہن کے مطابق کرنے کے لئے عام فہم الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، جب کہ حوالہ جات بعینہ رہنے دئے گئے ہیں۔ اب اصل اور اس رسالے میں فرق یہ ہے کہ

سابقہ رسالے میں دلائل اور درمیانی عبارات سب آپ کی تحریر شدہ تھیں، لیکن اس رسالے میں درمیانی عبارت کی اس طرح تسہیل کر دی گئی ہے کہ مفہوم و مقصود میں بالکل فرق واقع نہیں ہوا۔ جس کا اندازہ درج ذیل مثال سے لگائیے۔

اعلیٰ حضرت (قدس سرہ العزیز) فرماتے ہیں،

''غرض ہر جگہ کیفیت خبر و حالت مخبر و حاصل واقعہ و طریقۂ مداخلت حرام و نجس و تفرقۂ ظن و یقین و مدارج ظنون و ملاحظہ ضابطہ کلیہ و مسالک ورع و مدارات خلق وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح و مراعات کر لیں۔ پھر ان شاء اللہ کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر سابقہ سے واضح نہ ہو جائے۔''

مفتی محمد اکمل عطا صاحب، اسے عام فہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

marfat.com

''غرض یہ کہ ہر جگہ خبر کی کیفیت، خبر دینے والے کی حالت، واقعہ کا حاصل، حرام ونجس کو ملانے کا طریقہ ظن اور یقین میں فرق، ظنون کے درجات، ضابطہ کلیہ کا لحاظ، ورع وتقوی کی صورتیں اور مخلوق کی مدارات وغیرہا، ذکر کردہ امور کی تحقیق ورعایت کرلیں، پھران شاء اللہ تعالیٰ کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا کہ جس کا حکم ہماری تقاریر سابقہ سے واضح نہ ہوجائے۔''

☆ قلتِ وقت کی بناء پر عربی عبارات کے حوالہ جات کی تخریج میں ''رضویہ فاؤنڈیشن'' پر اعتماد کیا گیا ہے۔ ہاں آیات کا ترجمہ کنزالایمان شریف سے ڈالا گیا ہے۔ قارئین کی خدمت میں التماس ہے کہ عربی کا ترجمہ ضرور پڑھیں، صرف درمیان میں موجود عبارات پر اکتفاء نہ فرمائیں۔ کیونکہ اس سے مزید معلومات حاصل ہوں گی۔ ان شاء اللہ عزوجل

''مکتبۂ اعلیٰ حضرت'' آپ کا اپنا ادارہ ہے۔ ہماری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ بہتر سے بہتر انداز میں کتب آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں۔ اس پہلی کوشش کے سلسلے میں آپ سے عموماً اور علمائے کرام ومفتیانِ عظام سے خصوصاً گزارش ہے کہ ہمیں اس رسالے کے بارے میں اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیں نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ فتاویٰ رضویہ شریف کے دیگر رسائل میں اس قسم کا کام ہو یا نہ ہو؟ اگر نہ ہو تو کس خطرے کے پیش نظر اور اگر ہو تو اسی طرح یا کچھ تبدیلی کے ساتھ؟

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کے احکام سیکھ کر ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کا جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہ)

محمد اجمل قادری عطاری

۱۳ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ بمطابق 28 مارچ 2002ء

marfat.com

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی دامت برکاتہم عالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلند پایہ تحقیق اور علم وعمل کا ایک بحر بے کنار ہیں۔ آپ کی تصانیف بالخصوص فتاویٰ رضویہ علمی دنیا سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔ حضرت امام اہل سنت کے مخاطبین علماء کرام اور علمی ذوق کے حاملین حضرات تھے اس لیے آپ کی تصانیف میں بھاری بھرکم اور دقیق الفاظ بھی استعمال ہوئے۔

لیکن عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ ان کتب کی اصل روح کو باقی رکھتے ہوئے آسان پیرائے میں قوم کے سامنے لائی جائیں تا کہ استفادہ آسان وعام ہو سکے۔

حضرت علامہ مولانا محمد اکمل عطاء قادری عطاری زیدہ مجدہٗ اس کام کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں اور یقیناً ان کی یہ کاوش امت مسلمہ کے عام پڑھے لکھے حضرات کے لیے خصوصی طور پر مفید ہے۔

اس لئے راقم کے خیال میں ''الاحلی من السکر لطبلة سکرر وسر'' کو اس انداز میں ترتیب دینا بھی فائدے سے خالی نہیں ہوگا اور عام پڑھا لکھا مسلمان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی سوغات سے اپنے دامن کو بھرنے کے سلسلے میں محرومی کا شکار نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ مولانا محمد اکمل عطا قادری عطاری کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کو مزید ترقی عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم۔

محمد صدیق ہزاروی

31-03-2002 بروز اتوار

marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاحلی من السکر لطلبۃ سکرروسر

﷽ یہ رسالہ روسر کے طالب حکم شرعی کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے۔ ﷽

استفتاء:

علمائے دین روسر کی اس شکر کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ جسے ہڈیوں سے صاف کیا جاتا ہے۔صاف کرنے والے اس معاملے میں بالکل احتیاط نہیں کرتے کہ یہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک....حلال جانوروں کی ہیں یا مردار کی۔اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی ڈالی جاتی ہے۔اسی طرح کل (یعنی مشین) کی برف اور کل کی وہ تمام چیزیں کہ جن میں شراب کی ملاوٹ کے بارے میں سنا جاتا ہے، شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ سمع المولی وشکر ☆ لمن حمد العلی الاکبر ☆شکوک ربنا الذواحلی ☆ من کل مایلذ ویستحلی ☆ والصلاۃ والسلام علی سید الانام ☆ اعظم یعسوب لنحل الاسلام ☆ عذاب الریق حلو الکلام ☆ منبع شھد یزیل السقام ☆ والہ وصحبہ العظام الفحام☆ مااشتفی بالعسل مریض سقیم ☆واحب الحلو مسلم سلیم آمین

☆جس نے بلند و بالا ذات کی تعریف کی ،مولا تعالی نے اسے سنا اور جزاء

marfat.com

عطا فرمائی۔اے ہمارے رب! ہر اس چیز پر تیرا شکر، نہایت لذیذ وشیریں ہے جس سے لذت اور مٹھاس حاصل کی جاتی ہے اور درود وسلام مخلوق کے سردار پر جو اسلام کے درختِ خرما کے لئے شہد کی مکھی سے بہتر حیثیت رکھتے ہیں، جن کا لعاب میٹھا اور کلام شیریں ہے، شہد کا منبع ہیں جو بیماریوں کو دور کر دیتا ہے۔اور آپ کے باعظمت اور عظیم المرتبت آل واصحاب پر جب تک شہد سے بیمار کو شفاء اور بے عیب مسلمان میٹھی چیز کو پسند کرے۔آمین ۔۱

حمد وصلوۃ کے بعد (عرض گزار ہوں کہ) اس مسئلے کے بارے میں یہ سوال دوبارہ آیا ہے۔چونکہ میں نے اس کے بارے میں ہم عصر حضرات کی آراء کو مختلف پایا، لوگوں کی اس مسئلے میں شدید حاجت محسوس کی اور شیطانی وسوسوں کو دور کرنا اور مبہم

۱:۔من لطائف هذاالاسم مطابقته للمسمى من جهة ان الرسالة كما حكمت على هذا السكر بحكمين الحل فى صورة والحرمة فى اخرى كذالك لهذا الاسم وجهان الى كلا الحكمين فالمعنى على الحل انهااحلى لهم من السكر لتسويغها لهم ما تشتهيه انفسهم مع ازالة الوساوس ودفع الطعن وعلى الحرمة انها وان نهتهم عن سكر فلم تحرمهم الحلاوة فان تحقيق حكم الشرع لذة القلب وتناول المشتهيات لذة النفس والاولى اهم واعلى فهذه الرسالة احلى لهم من السكر حرم عليهم ١٢ منه

☆اس رسالے کے نام میں یہ خوبی ہے کہ اسم بامسمّی ہے کیونکہ جس طرح رسالہ نے اس شکر کے بارے میں ایک لحاظ سے حلال اور ایک لحاظ سے حرام، دو حکم بیان کئے ہیں اسطرح نام میں بھی دونوں کا لحاظ ہے۔حلت کے لحاظ سے یہ عوام کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے، کیونکہ اس نے شبہات اور اعتراضات کو ختم کر کے عوام کے لئے شکر کو مرغوب بنا دیا ہے اور حرمت کے لحاظ سے اس نے عوام کو اگرچہ شکر سے منع کر دیا ہے تاہم ان کو لذتِ ایمانی سے محروم نہیں کیا کیونکہ ان کو شرعی مسئلہ کی تحقیق دے کر قلبی لذت دی ہے جبکہ مرغوب غذا سے صرف لذتِ نفس حاصل ہوتی ہے۔پہلی چیز یعنی قلبی لذت اہم اور اعلیٰ ہے اس لئے شکر کو حرام کرنے والا یہ رسالہ عوام کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے۔۱۲

marfat.com

باتوں کو واضح کرنا، اہم وضروری امور میں سے ہیں، لھذا مناسب سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس تازہ مسئلے کے بارے میں اس طریقے سے تحقیق ووضاحت کی جائے کہ جس سے نہ صرف یہ مذکورہ مسئلہ، بلکہ اس جیسے بقیہ تمام مسائل کا حکم بھی بالکل واضح وآشکار ہو جائے۔

چنانچہ افقر الفقراء عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اس بارے میں یہ مختصر فتویٰ تحریر کر کے اس کا تاریخی نام ''**الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر**''[1] رکھتا ہے۔

نہایت طاقت وقدرت رکھنے والا مولائے کریم، اسے اپنے کامل اور غیبی لطف وکرم سے نوازے، اس کی اور تمام مومنین کی مغفرت فرمائے اور اس سے اور تمام مومنین سے بہتر سلوک فرمائے.. اور.. اللہ عزوجل کی جانب سے ہی توفیق کا حصول اور تحقیق کی بلندیوں تک وصول ہے۔

جواب سے پہلے درستگی تک پہنچنے کے لئے، اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی درخواست کرتے ہوئے چند مقدمات درج کرتا ہوں۔

پہلا مقدمہ

ہڈیاں تمام جانوروں کی مطلقاً پاک ہوتی ہیں۔ چاہے وہ ذبح شدہ ہوں .. یا.. غیر ذبح شدہ... ان کا گوشت کھایا جاتا ہو.. یا.. نہ کھایا جاتا ہو۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ان پر ناپاک چکنائی نہ لگی ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ان پر بھی ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا۔

1۔ یہ رسالہ روسر کے طالب حکم شرعی کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے۔

marfat.com

یہاں چکنائی کے ساتھ ''ناپاک'' کی قید اس غرض سے لگائی گئی ہے تاکہ ان جانوروں کی چکنائی آمیز ہڈیاں ''ناپاکی کے حکم'' سے خارج ہو جائیں کہ جن میں بہتا خون نہیں ہوتا۔ کیونکہ چکنائی بذات خود پاک ہے، اس کے لئے ناپاکی کا حکم فقط اس وجہ سے ہے کہ یہ خون سے مختلط ہوتی ہے۔ اب جن جانوروں میں خون ہی نہ ہو تو چکنائی کا خون کے ساتھ اختلاط بھی نہ ہوگا اور جب اختلاط نہ ہوگا تو ان پر ناپاکی کا حکم بھی نہ لگے گا اور جب اس کا پاک ہونا ثابت ہو گیا تو جس ہڈی پر یہ پائی جائے اسے کس طرح ناپاک قرار دیا جا سکتا ہے؟.................

☆فی تنویر الابصار والدر المختارورد المحتار شعر الميتة غير الخنزير وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها الخالية عن الدسومة (قيد للجميع كما فی القهستانی فخرج الشعر المنتوف ومابعده اذا كان فيه دسومة)ودم سمك طاهر۔ انتهت ملخصة

☆تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ''خنزیر کے علاوہ ہر مردار کے بال، ہڈی پٹھے، کھر اور سینگ جو چربی سے خالی ہوں (یہ قید سب کے لئے ہے جیسا کہ قہستانی میں ہے۔ پس اکھاڑے ہوئے بال اور جو کچھ اس کے بعد ہے اگر اس میں چربی ہو تو وہ اس حکم سے خارج ہیں) اور مچھلی کا خون پاک ہے۔

﴿درمختار، ردالمختار، باب المیاہ﴾

(لیکن خوب یاد رہے کہ) حلال اور کھانے کے اعتبار سے جائز فقط ان جانوروں کی ہڈیاں ہیں کہ جن کا گوشت کھانا جائز ہو اور انہیں ذبح شرعی کے ساتھ ذبح بھی کیا گیا ہو۔

marfat.com

چنانچہ حرام جانور..اور..ایسے جانور جو بے ذبح شرعی مر گئے[1]..یا..انہیں ذبح شرعی کے علاوہ کسی اور طرح سے کاٹا گیا ہو،اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حرام ہیں، چاہے ان پر پاک ہونے کا حکم ہی کیوں نہ لگایا جاتا ہو۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ایک چیز پاک ہو تو اس کا کھانا بھی حلال ہو جیسے سنکھیا (اتنی مقدار میں کہ ضرر پہنچائے)، مدتِ رضاعت گزر جانے کے بعد انسان کا دودھ..اور..مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانوروں کا گوشت وغیرہ سب پاک ہیں، لیکن باوجودِ پاکی ان کا کھانا حرام ہے۔

☆فی الحاشية الشامية اذا كان جلد حيوان ميت ماكول اللحم لايجوز اكله وهوالصحيح لقوله تعالى حرمت عليكم الميتة

☆حاشیہ شامی میں ہے، جب ایسے مردار حیوان کا چمڑا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم پر مردار حرام کیا گیا ہے۔ ﴿ردالمحتار۔ مطلب فی احکام الدباغۃ﴾

☆وقال[2] عليه الصلوة والسلام انما يحرم من الميتة اكلها اما اذا كان جلد ما لايوكل فانه لايجوز اكله اجماعا بحر عن

ا:۔یعنی ایسے جانور کہ جو اپنے حلال ہونے میں ذبح شرعی کے محتاج ہوں، چنانچہ مچھلی اور ٹڈی اس حکم سے خارج ہیں، کیونکہ ان کے حلال ہونے کے لئے ذبح شرعی درکار نہیں۔ ۲:۔ اقول اخرجه احمد والبخارى ومسلم وابوداؤد والنسائى والترمذى بالفاظ متقاربة كلهم عن ابن عباس وابن ماجة عن ام المؤمنين ميمونة رضى الله عنهم ۱۲ منہ۔اقول اس کو احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی سب نے متقارب الفاظ سے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔۱۲ منہ)

marfat.com

السراج اھ ملخصا۔ ☆اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر مردار سے صرف اس کا کھانا حرام ہوتا ہے۔'' اور اگر ایسے جانور کا چمڑہ ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو بالا جماع اس کا کھانا جائز نہیں۔ البحر الرائق نے سراج سے نقل کیا (انتہی) تلخیص۔

﴿ردالمحتار۔ مطلب فی احکام الدباغۃ﴾

☆وفيها تحت قوله والمسك طاهر حلال زاد قوله حلال لانه لايلزم من الطهارة الحل كما فى التراب منح اھ

☆اور اسی میں ہے کہ ''مشک (کستوری) پاک حلال ہے۔'' کے تحت حلال کا لفظ زیادہ کیا کیونکہ طہارت سے حلال ہونا لازم نہیں آتا، جیسا کہ مٹی میں ہے۔ (منح) اھ ﴿ردالمحتار۔ مطلب فی احکام الدباغۃ﴾

☆وفى الغنية شرح المنية عن القنية حيوان البحر طاهر وان لم يؤكل حتى خنز البحر ولوكان ميتة اھ

☆اور غنیۃ شرح منیہ میں نقل کیا ہے کہ دریائی جانور پاک ہیں اگرچہ انہیں کھایا نہ جاتا ہو یہاں تک دریائی خنزیر بھی، اگرچہ مردار ہو۔ ﴿غنیۃ المستملی۔ قبیل ستر العورۃ﴾

دوسرا مقدمہ

شریعتِ مطہرہ میں تمام اشیاء کا پاک اور حلال ہونا اصل ہے انہیں پاک ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اور اشیاء کا حرام اور ناپاک ہونا عارضی ہوتا ہے۔ یعنی اولاً ان کا وجود نہیں ہوتا بلکہ بعد میں کسی سبب سے شے کو لاحق ہوتی ہیں..اور.. کسی شے کو حرام.. یا.. ناپاک ثابت کرنے کے لئے دلیل خاص درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ محض شک.. یا.. ظن کی بناء پر

marfat.com

ناپاکی یا حرمت ثابت نہیں کی جاسکتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل ہونے کی بناء پر اشیاء کی طہارت وحلت کے بارے میں جو یقین کامل حاصل تھا، اس کے زوال کے لئے اسی کی مثل یقین درکار ہے..اور..اس کی مثل یقین فقط کسی دلیل خصوصی سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔محض شک وظن کی بناء پر طہارت وحلت کے حکم کو ختم نہیں جاسکتا۔

''یقین کو یقین ہی زائل کرسکتا ہے، محض شک وظن نہیں'' شریعت کا ایک ایسا ضابطہُ عظیمہ ہے کہ جس سے ہزارہا احکام نکالے جاسکتے ہیں۔یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ فقہ کے تین چوتھائی سے زائد مسائل کی بنیاد یہی ضابطہ ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ جس نے اس قاعدے کو اچھی طرح سمجھ لیا وہ سینکڑوں وسوسوں، ہزاروں اوہام باطلہ کی فتنہ پردازیوں اور بےشمار بےکار ظنون کی دست اندازیوں سے محفوظ ومامون ہوجائے گا۔حدیث صحیح میں ہے حضور اقدس (ﷺ) فرماتے ہیں،

☆ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث رواه الائمة مالك والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی هریرة رضی الله عنه۔

☆بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔اسے ائمہ حدیث امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوھریرہ سے روایت کیا ہے۔ ٭بخاری شریف۔باب ما نہی من التحاسد والتدابر٭

اور یہ **نفیس ضابطہ** فقط طہارت وحلت کے مسائل میں ہی کام نہیں دیتا بلکہ دیگر ہزارہا مقامات پر رہنمائی کرتا ہے۔مثلاً جب کسی کو سنو کہ کسی چیز کو حرام..یا..ناجائز

marfat.com

..یا مکروہ کہہ رہا ہے تو جان لو کہ اس کا ثبوت پیش کرنا اس کے ذمے ہے۔جب تک کسی واضح دلیل شرعی سے ثابت نہ کرے ،اس کا حرام وناجائز کا دعویٰ اسی پر لوٹایا جائے گا۔اور اس صورت میں اس چیز کو جائز ومباح کہنے والا بالکل سبکدوش ہوگا کیونکہ اس کے لئے اس ضابطے کو بطور دلیل پیش کرنا ہی کافی ہے کہ''تمام اشیاء میں اصل''ان کا پاک وحلال ہونا''ہے۔

علماء وفقہاء ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قاعدہ رحمت عالم (ﷺ) کی واضح احادیثِ کریمہ اوراحناف وشوافع وغیرھم عام علماء وائمہ کی روشن تصریحات سے ثابت ہے، یہاں تک کہ کسی بھی عالم کا اس میں اختلاف نظر نہیں آتا۔

☆فی الطریقة المحمدیة وشرحها الحدیقة الندیة للعلامة عبدالغنی النابلسی قدس سره القدسی الاصل فی الاشیاء الطهارة لقوله سبحانه وتعالی هوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاوالیقین لایزول الشك والظن بل یزول بیقین مثله وهذااصل مقرر فی الشرع منصوص علیه فی الاحادیث مصرح به فی کتب الفقهاء من الحنفیة والشافعیة وغیر هم ولم ارفیه مخالفا من احد من العلماء اصلا فاذا شك او ظن فی طهارة ماء او طعام اوغیر ذلك مما لیس بنجس العین فذلك الشئی طاهر فی حق الوضؤ وحل الاکل وسائر التصرفات وکذا اذا غلب الظن علی نجاسته الخ اه ملتقطا

☆علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں

marfat.com

لکھا ہے، اشیاء کی اصل طہارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے۔'' اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ یقین زائل ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے، احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی اور دیگر فقہاء کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے۔ میں نے اس میں علماء کا اختلاف بالکل نہیں پایا۔ لھذا جب پانی، کھانے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طہارت میں جو نجس العین نہیں ہے، شک پیدا ہو تو یہ چیز وضو کے حق میں پاک ہے اور اس کا کھانا بھی جائز، نیز دیگر تصرفات میں استعمال جائز، اسی طرح جب اس کی نجاست کا غالب گمان ہو تو بھی پاک ہے۔ الخ ملتقطا ﴿الحدیقۃ الندیۃ - بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ﴾

☆وفی الاشباہ والنظائر شک فی وجود النجس فالاصل بقاء الطھارۃ الخ

☆اور الاشباہ والنظائر میں ہے وجودِ نجاست میں شک ہو تو اصل طہارت باقی رہتی ہے۔ الخ ﴿الاشباہ والنظائر - القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول﴾

☆وفی الحدیقۃ لاحرمۃ الامع العلم لامع الشک والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل۔ الخ

☆اور حدیقہ میں ہے کہ حرمت، علم (یقین) کے ساتھ ہے شک اور گمان کے ساتھ نہیں کیونکہ اشیاء کی اصل حلت ہے۔ الخ

﴿الحدیقۃ الندیۃ - بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ﴾

☆وفی غمز العیون للعلامۃ السید الحموی تحت قاعدۃ

marfat.com

اليقين لاتزول بالشك قيل هذه القاعدة تدخل فی جميع ابواب الفقه والمسائل المخرجة عليها تبلغ ثلثة ارباع الفقه واكثر۔

☆علامہ سید حموی کی غمز العیون میں ایک قاعدے ''یقین شک سے زائل نہیں ہوتا'' کے تحت کہا گیا ہے کہ یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے اور اس کے تحت نکالے جانے والے مسائل، فقہ کی تین چوتھائی بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچتے ہیں۔ ﴿غمز العیون مع الاشباہ والنظائر۔ القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول﴾

تیسرا مقدمہ

احتیاط اس میں نہیں ہے کہ بغیر کسی ثبوت کامل اور تحقیق بالغ کے کسی شے کو حرام ومکروہ قرار دے کر شریعتِ مطہرہ پر جھوٹ گھڑنے کا وبال سر پر لیا جائے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ تمام اشیاء کو کم از کم مباح مانا جائے، کیونکہ مباح ماننا ہی یقین شدہ اصل ہے اور کسی وضاحت کرنے والے کی حاجت کے بغیر خود ہی بالکل واضح ہے۔ سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرھما الجلیل فرماتے ہیں،

☆ليس الاحتياط فی الافتراء على الله تعالى باثبات الحرمة او الكراهة اللذين لابد لهما من دليل بل فی القول بالاباحة التی هی الاصل وقد توقف النبی ﷺ مع انه هو المشرع فی تحريم الخمر ام الخبائث حتى نزل عليه نص القطعی وآثره ابن عابدين فی الاشربة مقررا۔

☆احتیاط اس بات میں نہیں کہ حرمت یا کراہت جن کے لئے دلیل کی ضرورت ہے کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا جائے۔ بلکہ اباحت

marfat.com

کے قول میں احتیاط ہے کیونکہ اباحت اصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے شارع ہونے کے باوجود تمام خباثتوں کی جڑ شراب کو حرام قرار دینے میں اس وقت تک توقف کیا جب تک آپ پر نص قطعی نازل نہیں ہوئی۔ ٭ ردالمحتار۔ کتاب الاشربۃ ٭ اھ

ابن عابدین نے مشروبات کے باب میں اسے ثابت رکھتے ہوئے ترجیح دی ہے۔

چوتھا مقدمہ

بازاری افواہوں کو ہرگز قابل اعتبار اور شرعی احکام کے لئے بنیاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ بہت سی ایسی بے سروپا خبریں بھی مشہور ہو جاتی ہیں کہ جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی ..یا..ہوتی بھی ہے تو جتنی سنی گئی تھی اس سے ہزار گنا فرق کے ساتھ۔ اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ شہر میں ایک بات مشہور ہوگئی، جب کہنے والوں سے تحقیق کی تو یہی جواب ملا کہ ہم نے تو خود کسی سے سنی ہے۔ نہ اس کی ابتداء کرنے والے کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ..اور..نہ ہی اس کی کوئی سند معلوم ہو کہ اصل کہنے والا کون تھا کہ جس سے ہوتے ہوتے اس بات نے شہرت پالی... یا...کبھی ابتداء کرنے والا ثابت بھی ہوا تو معلوم ہوا کہ کوئی کافر تھا.. یا.. فاسق وفاجر۔

پھر یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ جیسے جیسے بات پھیلتی جاتی ہے اس میں نئے نئے شگوفے نکلتے جاتے ہیں۔ مثلاً زید سے ایک واقعہ سماعت فرمائیے، وہ کہتا ہے کہ عمرو سے سنا تھا، جب عمرو سے پوچھئے تو وہ کسی اور طرح بیان کرے گا اور بکر سے سننے کا کہے گا۔ جب بکر سے سنیں تو کچھ اور فرق ظاہر ہوگا۔ وعلی ھذا القیاس۔

☆ وماھذا الالما اخبر الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم من فشوالکذب بعد قرون الخیر لاسیما ھذا الزمان الابعد

marfat.com

الاخر وقد قال صلى الله عليه وسلم لایاتی علیکم زمان الاالذی بعده شرمنه حتی تلقوا ربکم اخرجه احمد ومحمد بن اسمعیل والترمذی والنسائی عن انس رضی الله عنه واخرج الطبرانی بسند صحیح عن ابن مسعود عن النبی صلی الله علی وسلم امس خیر من الیوم والیوم خیر من غد وکذلك حتی تقوم الساعة۔

اور یہ بات حضور ﷺ کی اس خبر کی بنیاد پر ہے جو آپ نے بھلائی کے زمانوں کے بعد جھوٹ کے عام ہونے سے متعلق دی ہے، بالخصوص اس نہایت ہی بعید اور پچھلے زمانے میں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "تم پر جو آئندہ زمانہ آئے گا بد سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے۔

﴿بخاری شریف۔ باب لایاتی زمان الخ﴾

اسے امام احمد، محمد بن اسمعیل (بخاری)، ترمذی، اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور طبرانی نے بسندِ صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، انہوں نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے روایت کی، آپ نے فرمایا "کل گزرا ہو، آج سے بہتر تھا اور آج کا دن کل والے سے بہتر ہے، تا قیامت اسی طرح ہوگا۔" ﴿مجمع الزوائد۔ باب فی ما مضی من الزمان الخ﴾

حدیثِ موقوف میں ہے کہ شیطان، انسان کی شکل میں آ کر لوگوں میں کوئی جھوٹی بات مشہور کر دیتا ہے، اسے سننے والا جب دوسروں کو یہی بات سناتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے یہ بات بیان کی ہے، میں اس کی صورت تو پہچانتا ہوں، لیکن نام نہیں جانتا۔

marfat.com

☆مسلم فی مقدمة الصحیح عن عامر بن عبدة قال قال عبدالله ان الشیطان لیتمثل فی صورة الرجل فیأتی القوم فیحدثهم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منهم سمعت رجلا اعرف وجهه ولاادری ما اسمه یحدث ۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں جناب عامر بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''شیطان آدمی کی شکل میں ایک قوم کے پاس آتا ہے اوران سے جھوٹی بات بیان کرتا ہے۔ پھر وہ منتشر ہوجاتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو بیان کرتے ہوئے سنا، میں اس کو چہرے سے پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔ ﴿مقدمہ الصحیح لمسلم﴾

علماء کرام فرماتے ہیں کہ افواہی بات، چاہے پورا شہر ہی کیوں نہ بیان کرے، نہ تو وہ سننے کے قابل ہے اور نہ ہی اس سے کوئی شرعی حکم ثابت کیا جاسکتا ہے۔

☆الفاضل المصطفی الرحمتی فی صوم حاشیة الدر المختار لامجرد شیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخبار یتحدث بها سائر اهل البلدة ولایعلم من اشاعها کما ورد ان فی آخر الزمان یجلس الشیطان بین الجماعة فیتکلم بالکلمة فیتحدثون بها ویقولون لاندری من قالها فمثل هذا لاینبغی ان یسمع فضلا من ان یثبت به حکم اه ملخصا ۔

☆ درمختار کے حاشیہ (ردالمختار) میں (استفاضہ کے معنی کے بارے میں) فاضل مصطفیٰ رحمتی کا قول منقول ہے، کہ محض خبر پھیلنا کہ شائع کرنے والے کا علم نہ ہو

marfat.com

(استفاضہ نہیں ہے) جیسے بعض بے بنیاد خبریں لوگوں کی زبان پر عام ہو جاتی ہیں لیکن شائع کرنے والے کا علم نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے آخری زمانے میں شیطان ایک جماعت کے درمیان بیٹھ کر کچھ باتیں کرے گا تو وہ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم اس کے قائل کو نہیں جانتے پس اس قسم کی بات کو سننا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے۔ ملخصا ﴿ردالمحتار۔ کتاب الصوم﴾

☆قلت وهو كلام حسن ويشير اليه قول الذخيرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لايوجد بمجرد الشيوع اھ

☆میں کہتا ہوں کہ یہ اچھا کلام ہے اور ذخیرہ کا قول کہ ''جب اسے یقین کا فائدہ حاصل ہو اور وہ ثابت ہو جائے کیونکہ محض شائع ہونے سے اس کا تحقق نہیں ہوتا،'' اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ﴿ردالمحتار۔ کتاب الصوم﴾

پانچواں مقدمہ

حلت، حرمت، طہارت اور نجاست، یہ سب احکامِ دینیہ ہیں، چنانچہ ان میں کسی کافر کی خبر کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

☆قال الله تعالی **"لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا"**☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔'' ﴿النساء۔۱۴۱﴾

بلکہ ایسے مسلمان کی خبر کا قبول کرنا بھی واجب نہیں کہ جو فاسق ہو۔۔ یا۔۔ اس کی دیانت واحتیاط پسندی وغیرہ کا حال پوشیدہ ہو، چہ جائیکہ کافر کی خبر کو معتبر مانا جائے۔

marfat.com

☆قال الله تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ......الاية

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو۔ ﴿الحجرات۔٦﴾

☆شرط العدالة فى الديانات كالخبر عن نجاسة الماء فيتيمم ولايتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما يعتقد جرمته ويتحرى فى خبر الفاسق والمستور اه ملخصا

☆درمختار میں ہے کہ''دیانات (عبادات کے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو خبر دے تو تیمم کرے اور وضو نہ کرے اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور وفکر کرے۔انتہی۔تلخیص ﴿درمختار۔کتاب الحظر والاباحۃ﴾

☆وفى العالمگيريه عن الكافى لايقبل قول المستور فى الديانات فى ظاهر الروايات وهو الصحيح اه

اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر الروایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ کیا جائے یہی صحیح ہے۔اھ ﴿فتاوی ھندیہ۔کتاب الکراہیۃ﴾

☆وفى رد المحتار عن الهداية الفاسق متهم والكافر لايلتزم الحكم فليس له ان يلزم المسلم اه

اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔اھ ﴿ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ﴾

marfat.com

ہاں کافر اور فاسق و پوشیدہ حال والے مسلمان کی خبر میں تھوڑا سا فرق ہے، اور وہ یہ کہ فاسق و مستور الحال کی خبر سن کر غور و تفکر کرنا واجب ہے۔ چنانچہ اگر سننے والے کا دل، انہیں ان کی بات میں سچا سمجھنے کی جانب زیادہ مائل ہو تو اب ان کی بات کا لحاظ کیا جائے گا، بشرطیکہ کوئی اور اس سے زیادہ مضبوط دلیل اس راہ میں رکاوٹ نہ بنے اور کافر کی خبر میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کی حاجت نہیں۔

مثلاً کہیں پانی رکھا ہوا ہے، کافر کہتا ہے کہ ناپاک ہے تو مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اس کی بات کا بالکل اعتبار نہ کرے اور اسی پانی سے وضو کر لے.. یا.. کسی مسلمان نے گوشت خریدا، کافر کہتا ہے کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہے تو مسلمان کے لئے اس کا کھانا حلال ہے، چاہے اس کافر کا سچ ہی غالب کیوں نہ ہو اور چاہے اس کی بات دل پر جمتی ہوئی ہی کیوں نہ محسوس ہو کیونکہ جو شخص خدا کو جھٹلاتا ہو، اس سے بڑھ کر **کون جھوٹا ہوگا؟**... چنانچہ ایسے کی بات **محض** واہیات۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جب اس کی بات دل میں جمتی محسوس ہو اور وہاں اس کی بات تسلیم کر لینے میں کوئی حرج بھی نہ ہو تو جانبِ احتیاط کو اختیار کرتے ہوئے اس کی بات کو مان لینا بہتر ہے۔

☆فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء رجلا من اهل الذمة لایقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی هذا الوجه قال فی الکتاب احب الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولو توضأ به وصلی جازت صلاته .اھ

marfat.com

☆ فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے کہ اگر پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں خبر دینے والا ذمی (کافر) ہو تو اس کی بات قبول نہ کی جائے گی اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس بات میں سچا ہے تو کتاب میں فرمایا کہ مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہادے اور تیمّم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے۔

﴿ فتاویٰ قاضی خان ۔ فصل فیما یقبل قول الواحد ﴾

☆ وفی الهندية عن التاتار خانية رجل اشترى لحما فلما قبضه فاخبره مسلم ثقة انه قد خالطه لحم الخنزير لم يسعه ان ياكله۔

اور فتاویٰ ھندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا ،جب اس پر قبضہ کرلیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش نہیں ۔اھ ﴿ فتاویٰ ھندیہ کتاب الکراھیۃ ﴾

☆ قلت ومفهوم المخالفة معتبر فی الكتب كما صرح به الائمة والعلماء وفی رد المحتار عن الذخيرة انه فی الفاسق يجب التحری وفی الذمی يستحب اھ

میں کہتا ہوں کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلماء نے اس کی تصریح کی ، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ بچار ضروری ہے اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے ۔ ﴿ ردالمحتار ۔ کتاب الحظر والاباحۃ ﴾

☆ وفی شرح التنوير عن شرح النقاية والخلاصة والخانية اما الكافر اذا غلب صدقه علی كذبه فاراقته احب اھ

marfat.com

اور شرح تنویر میں شرح نقایہ، خلاصہ اور خانیہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس کا پانی بہا دینا زیادہ پسندیدہ ہے۔

﴿درمختار۔ کتاب الحظر والاباحۃ﴾

چھٹا مقدمہ

کسی شے کا مقامِ احتیاط سے دور ہونا.. یا.. کسی قوم کا نجاست وحرمت کے معاملات میں غیر محتاط ہونا، اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس شے.. یا.. اس قوم کی استعمال شدہ.. یا.. ان کی بنائی ہوئی اشیاء کو بغیر کسی دلیل کے مطلقاً ناپاک.. یا.. حرام وممنوع قرار دے دیا جائے۔ کیونکہ کسی قوم کے غیر محتاط ہونے سے فقط ان کی بے احتیاطی پر ہی یقین حاصل ہوگا اور کسی قوم کا بے احتیاط ہونا، ان سے حاصل شدہ اشیاء کے ناپاک وحرام ہونے کا دائمی طور پر تقاضا نہیں کرتا۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو اب حاصل شدہ اشیاء کو ناپاک.. یا.. حرام قرار دینے میں ظنون اور خیالات کے علاوہ کیا باقی رہا؟.... اور شریعت مطہرہ اس قسم کے مقامات میں ظن وشک ووہم وخیال کا لحاظ نہیں فرماتی، جیسا کہ ہم نے دوسرے مقدمے میں ذکر کیا ہے۔

مقصود کی وضاحت کے لئے شروحات کے مسائل میں سے چند مسائل بطور نظیر پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے قاعدے کی وضاحت ہوگی، دوسرا، حاصل ہونے والے فوائد کی کثرت کا فائدہ حاصل ہوگا.. اور.. تیسرا وسوسوں کا علاج ہوگا۔ اور اللہ عزوجل ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

(1) ملاحظہ فرمائیے کہ جن کنوؤں سے کفار، فجار، جہال وگنوار، نادان بچے اور بے تمیز عورتیں، سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں، وہاں کس قدر بے احتیاطی

marfat.com

متوقع ہے؟.....لیکن اس کے باوجود، جب تک نجاست معلوم نہ ہو،شریعتِ پاکیزہ ان کی طہارت کا حکم دیتی اور اس کے پانی کو پینا اور اس سے وضو کرنا جائز رکھتی ہے۔

☆فی التاتار خانیة ثم ردالمحتار من شك فی انائه اوثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار. اھ

تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے جس کو اپنے برتن، کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ اسے نجاست پہنچی ہے یا نہیں تو جب تک نجاست لگنے کا یقین نہ ہو وہ پاک ہے اسی طرح کنویں، حوض اور راستوں میں رکھے ہوئے مٹکے جن سے چھوٹے اور بڑے ،مسلمان اور کفار (سب) پیتے ہیں (پاک ہیں)۔اھ ﴿ردالمحتار۔کتاب الطہارۃ﴾

☆اقول وهذا امر مستمر من لدن الصدر الاول الی زماننا هذا لایعیبه عائب ولاینکره منکر فکان اجماعا.

میں کہتا ہوں کہ یہ پہلے دور سے ہمارے زمانے تک جاری ہے کوئی عیب لگانے والا اسے عیب نہیں لگاتا اور نہ کوئی منکر اس کا انکار کرتا ہے، پس اس پر اجماع ہو گیا۔

(2) خیال فرمائیے کہ اس سے زیادہ ظنون وخیالات ان جوتوں کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں کہ جنہیں انسان گلی کوچوں اور ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرتا ہے۔ پھر بھی فقہاءِ کرام فرماتے ہیں کہ اگر استعمالی جوتا کنویں سے نکلے اور اس پر بظاہر کوئی نجاست نہ ہو تو کنویں کو پاک مانا جائے گا، ہاں اگرچہ قلبی تسلی کے لئے دس بیس

marfat.com

ڈول کا نکال دینا جائز قرار دیا گیا ہے۔

☆فی الطریقة والحدیقة عن التاتار خانیة سئل الامام الخجندی عن رکیة وھی البئر وجد فیھا خف ای نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیھا اثر النجاسة ھل یحکم بنجاسة الماء قال لا اھ ملخصا

طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام خجندی سے رکیہ کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ ایک کنواں ہے کہ اس میں موزہ یعنی جوتا پایا گیا جس کو پہننے والا پہن کر راستوں پر چلتا ہے اور اس معلوم نہیں کہ اس میں کب گرا اور اس پر نجاست کا نشان بھی نہیں تو کیا پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ (الحدیقة الندیة۔ الصنف الثانی من الصنفین)

☆اقول بل قد صح عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واصحابہ الصلاۃ فی النعال التی کانوا یمشون بھا فی الطرقات کما فی حدیث خلع النعال عنہ احمد وابی داؤد جمع المحدثین عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ واخرج الائمة احمد والشیخان والترمذی والنسائی عن سعید بن یزید سألت انسا أکان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم واخرج ابوداؤد والحاکم وابن حبان والبیھقی باسناد صحیح والطبرانی فی الکبیر علی نزاع فی صحتہ عن شداد بن اوس والبزار بسند ضعیف عن انس مرفوعا وھذا حدیث الاول خالفوا الیھود (وفی

marfat.com

رواية والنصارى)فانهم لايصلون فی نعالهم ولاخفافهم وقد کثرت احادیث القولية والفعلية فی هذا المعنی مرفوعات وموقوفات

میں کہتا ہوں بلکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جوتوں میں، جن کے ساتھ وہ راستوں میں چلتے تھے، نماز پڑھنا صحیح طور پر ثابت ہے جیسا کہ جوتا اتارنے والی حدیث میں ہے۔ جسے امام احمد، ابوداؤد، اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے، اور امام احمد، بخاری و مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعد بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نعلین مبارک میں نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ''ہاں۔''

﴿صحیح بخاری۔ باب الصلوۃ فی النعال﴾

اور ابوداؤد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے کبیر میں ایسی سند کے ساتھ جس کی صحت میں نزاع ہے شداد بن اوس نے بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے اور یہ پہلی حدیث ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو (ایک روایت میں ہے اور نصاری بھی) کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ ﴿سنن ابوداؤد۔ باب الصلوۃ فی النعال﴾

اس مفہوم میں قولی، فعلی، مرفوع اور موقوف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔

☆قلت وقد افرزت فی هذه المسئلة وتحقیق الحکم فیها کراسة لطیفة تحتوی بعون الملك القوی علی فرائد نظیفة وفوائد

marfat.com

شریفة سمیتها جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاة فی النعال (۱۳۰۳) حاصل ماحققت فیها ان الصلاة فی الحذاء الجدید والنظیف المصون عن مواضع الدنس ومواقع الریبة تجوز بلا کراهة ولابأس وکذا النعل الهندیة اذا لم تکن صلبة ضیقة تمنع افتراش اصابع القدم والاعتماد علیها بل قد یقال باستحبابه واما غیر ذلك فیمنع منه ومن المشی بها فی المساجد وان کانت رخصة فی الصدر الاول فکم من حکم یختلف باختلاف الزمان والله تعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے اس مسئلہ اور اس کے حکم کی تحقیق میں ایک عمدہ کتابچہ لکھا ہے جو طاقت والے بادشاہ کی مدد سے عمدہ موتیوں اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے میں نے اس کا نام ''جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوة فی النعال'' (جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے حکم کی واقفیت کا عمدہ اجمالی بیان) رکھا ہے۔ میں نے اس میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے اور پاک جوتے میں جو نجاست کی جگہوں اور شک وشبہ سے محفوظ ہوں بلا کراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، ہندوستانی جوتے کا بھی یہی حکم ہے جب کہ وہ ایسا سخت اور تنگ نہ ہو جو انگلیاں بچھانے اور ان پر ٹیک لگانے میں رکاوٹ ہو بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قول بھی کیا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ جوتے میں نماز پڑھنے اور اس کے ساتھ مسجد میں چلنے سے بھی منع کیا جائے گا اگرچہ پہلے دور میں اس کی اجازت تھی کچھ احکام اختلاف زمانہ سے بدل جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

(3) غور کیجئے کہ بچوں کے جسم اورلباس کے بارے میں کیا کیا گمان پیدا ہوسکتے ہیں، کیونکہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے، لیکن پھر بھی فقہاء کرام حکم دیتے ہیں کہ جس پانی میں بچہ ہاتھ..یا..پاؤں ڈال دے تو جب تک ہاتھ پاؤں پرنجاست کا موجود ہونا متحقق نہ ہو پانی کی پاکی کا حکم ہی دیا جائے گا۔

☆فی المتن والشرح المذکورین کذلك حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیه لان الصبیان لایتوقون النجاسة لکن لایحکم بها بالشك والظن حتی لو ظهرت عین النجاسة او اثرها حکم بالنجاسة اھ ملخصا

☆ مذکورہ متن وشرح (طریقہ وحدیقہ) میں ہے کہ ''اسی طرح اس پانی کا حکم ہے جس میں بچے نے ہاتھ داخل کیا کیونکہ بچے نجاست سے اجتناب نہیں کرتے ،لیکن شک اور گمان کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا جائے گا البتہ عین نجاست یا اس کا اثر ظاہر ہوجائے تو نجاست کا حکم دیا جائے گا۔اھ ملخصا

﴿الحدیقة والندیة ۔النوع الرابع فی بیان اختلاف الفقہاء﴾

(4) لحاظ کیجئے کہ اس روغن کتان کے بارے میں وسوسوں کی کتنی وسیع گنجائش ہے کہ جسے صابن بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ان کے برتن عموماً کھلے رہتے ہیں ۔چوہا اس روغن کی بو پر دوڑتا ہے اور جیسے بھی بن پڑے اسے پیتا ہے، بلکہ بسااوقات تو اس برتن میں گر بھی جاتا ہے،لیکن پھر بھی ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم اس بناء پر روغن کو ناپاک قرار نہیں دے سکتے ،کیونکہ ''اس میں چوہے کا گرنا'' فقط ایک گمان ہے، کیا معلوم کہ ایسا ہوا بھی تھا..یا..نہیں؟.....

marfat.com

☆فیهما عن التاتارخانیة عن المحیط البرهانی قد وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه یؤخذ من دهن الکتان ودهن الکتان نجس لان اوعیته تکون مفتوحة الرأس عادة والفارة تقصد شربها وتقع فیها غالبا ولکنا معشر الحنفیة لانفتی بنجاسة الصابون لانا لانفتی بنجاسة الدهن لان وقوع الفارة مظنون ولانجاسة بالظن اه ملخصا

ان دونوں (طریقہ وحدیقہ) میں بحوالہ تاتارخانیہ، محیط برہانی سے منقول ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صابن ناپاک ہے کیونکہ وہ کتان کے تیل سے بنایا جاتا ہے اور کتان کا تیل ناپاک ہے کیونکہ اس کے برتن عام طور پر کھلے ہوئے ہوتے ہیں اور چوہے اس کو پینا چاہتے ہیں اور اکثر اس میں گر پڑتے ہیں، لیکن ہم گروہ احناف صابن کے ناپاک ہونے کا فتویٰ نہیں دیتے کیونکہ تیل کی نجاست پر ہمارا فتویٰ نہیں ہے اس لئے کہ چوہے کا گرنا محض گمان ہے اور گمان سے نجاست ثابت نہیں ہوتی۔ تلخیص ☆الحدیقة الندیة ـ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیة☆

(5) نظر فرمایئے کہ ان کھانوں اور مٹھائیوں کی حالت کتنی ردی ہوتی ہے کہ جنہیں کفار و ہنود تیار کرتے ہیں۔ کیا ہم ان کی سخت بے احتیاطیوں کو نہیں جانتے؟ ...کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی کوئی بھی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں ہوتی؟ ....کیا ہمیں نہیں معلوم کہ انکے نزدیک گائے، بھینس کا گوبر اور بچھیا کا پیشاب صاف ستھرا اور پاک ہے، بلکہ پاک کرنے والا ہے، بلکہ نہایت مبارک ومقدس ہے کہ جب طہارت ونظافت میں اہتمام کرنا چاہتے ہیں تو اس پیشاب سے زائد کسی شے کو باعث

marfat.com

فضیلت گمان نہیں کرتے۔ لیکن اس کے باوجود علماء ان کی تیار کردہ چیزوں کا کھانا جائز رکھتے ہیں۔

☆فی ردالمحتار عن التاتارخانية طاهر مايتخذه اهل الشرك او الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة والثياب اه ملخصا

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ جو چیز مشرکین اور جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں۔ اھ ملخصا

﴿ردالمحتار۔ کتاب الطہارۃ﴾

بلکہ ثابت ہے کہ خود سید المرسلین (ﷺ) نے رحمت وتواضع کے اظہار اور قلوبِ کفار کو اسلام کی جانب مائل کرنے کی لئے ان کی دعوت قبول فرمائی۔

☆الامام احمد عن انس رضى الله عنه ان يهوديا دعا النبى ﷺ الى خبز شعير واهالة سنخة فاجابه۔

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی اکرم ﷺ کو جو کی روٹی اور پرانے تیل کی دعوت دی، آپ نے قبول فرمائی۔

﴿مسند امام احمد بن حنبل﴾

(6) نگاہ فرمائیے کہ مشرکین کے برتنوں کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ ان ہی میں شرابیں پیتے ہیں، ان ہی میں سور اور جھٹکے کا ناپاک گوشت کھاتے ہیں؟.... لیکن پھر بھی، جب تک علم نجاست نہ ہو، شریعت ان برتنوں کے بارے میں حکم طہارت فرماتی ہے۔

marfat.com

☆فی الحديقة اوعية اليهود والنصارى والمجوس لاتخلو عن نجاسة لكن لا يحكم بها بالاحتمال والشك اه ملخصا

☆ حدیقہ میں ہے کہ یہودیوں عیسائیوں اور مجوسیوں کے برتن اکثر پاک نہیں ہوتے لیکن محض احتمال اور شک کی بناء پر اس کا حکم نہیں دیا جائے گا۔اھ تلخیص

﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ﴾

یہاں تک کہ خود صحابہ کرام، حضور سید المرسلین (ﷺ) کے سامنے مال غنیمت کے برتن بلا تکلف استعمال کرتے اور سرکار (ﷺ) منع نہ فرماتے تھے۔

☆احمد فی المسند وابوداؤد فی السنن عن جابر رضی الله تعالى عنه قال كنا نغزو مع رسول الله ﷺ فنصيب من آنية المشركين واسقيتهم ونستمتع بها فلا يعيب ذلك علينا۔

امام احمد نے مسند میں اور امام ابوداؤد نے سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں جاتے تو ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے ملتے اور ان سے ہم فائدہ حاصل کرتے اور حضور ﷺ ہمارے لئے اس بات کو معیوب نہ جانتے۔﴿مسند امام احمد بن حنبل﴾

☆قال المحقق النابلسی ای ننتفع بالآنية والاسقية من غير غسلها فلايعيب علينا فضلا عن نيهه وهو دليل الطهارة وجواز الاستعمال اه ملخصا

☆محقق نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان برتنوں کو بغیر دھوئے استعمال کرتے تو آپ ہمارے لئے معیوب نہ سمجھتے، روکنا تو الگ بات ہے یہ طہارت اور جواز

marfat.com

استعمال کی دلیل ہے۔ اھ تلخیص ﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ بیان اختلاف العلماء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ﴾

☆اقول بل قد صح عن النبی ﷺ التوضؤ من مزادة مشركة وعن امير المؤمنين عمر رضى الله تعالى عنه من جرة نصرانية مع علمه بان النصارى لايتوقون الانجاس بل لانجس عند هم الا دم الحيض كمافى مدخل الامام ابن الحاج ، الشيخان فى حديث طويل عن عمران بن حصين رضى الله عنه وعن جميع الصحابة ان النبى ﷺ واصحابه توضؤا من مزادة امرأة مشركة ، الشافعى وعبدالرزاق وغير هما عن سفيان بن عيينة عن زيد بن اسلم عن ابيه ان عمر رضى الله تعالى عنه توضأ من ماء جرة النصرانية

میں کہتا ہوں، بلکہ نبی اکرم ﷺ کا مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کرنا صحیح طور پر ثابت ہے اور حضرت عمر نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا تھا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ عیسائی نجاست سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک خون حیض کے علاوہ کوئی چیز ناپاک نہیں، جیسا کہ امام ابن الحاج کی مدخل میں ہے۔

امام بخاری و مسلم نے ایک طویل روایت میں حضرت عمران بن حصین اور تمام صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کیا۔ ﴿الطریقۃ المحمدیۃ۔ الباب الثالث﴾

امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عمر نے ایک نصرانی عورت

marfat.com

کے گھڑے کے پانی سے وضو فرمایا۔ (بخاری۔ باب وضوء الرجل مع امرأتہ وفضل الوضوء المرأۃ)

☆قلت وقد علقه خ فقال توضأ عمر بالحميم ومن بيت نصرانية اه فى الطريقة وشرحها وقال الامام الغزالى فى الاحياء سيرة الاولين استغراق جميع الهم فى تطهير القلوب والتساهل اى عدم المبالاة فى تطهير الظاهر وعدم الا كترات بتنظيف البدن والثياب والاماكن من النجاسات حتى ان عمر مع علو منصبه توضأ بماء فى جرة نصرانية مع علمه بان النصارى لايتحامون النجاسة وعادتهم انهم يضعون الخمر فى الجرار اه ملخصا

میں کہتا ہوں، امام بخاری نے تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور ایک عیسائی عورت کے گھر سے وضو فرمایا۔ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ پہلے لوگوں کی سیرت یہ ہے کہ ان کے تمام فکر وغم کا محور دلوں کی تطہیر ہوتی تھی جبکہ ظاہر کو پاک کرنے میں سستی کرتے اور بدن کپڑوں اور جگہوں کی پاکیزگی حاصل کرنے کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے باوجود بلند منصب پر فائز ہونے کے ایک عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عیسائی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ گھڑوں میں شراب رکھتے ہیں۔ ﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ الدقۃ فی امر الطهارۃ والنجاسۃ﴾

(7) غور وتفکر فرمائیے کہ کفار کس قدر بے احتیاطی کا مقام، بلکہ ہر قسم کی گندگی کا مخزن ہیں، خصوصاً ان کے شراب پینے والوں کے لباس.. اور.. بالخصوص ان

marfat.com

کے پاجامے کہ وہ ہرگز استنجے کا لحاظ نہیں رکھتے، نہ ہی شراب و پیشاب وغیرہ نجاسات سے بچتے ہیں، پھر بھی علماء حکم دیتے ہیں کہ جب تک ان لباسوں کا شراب و پیشاب سے آلودہ ہونا واضح نہ ہو، وہ پاک ہیں اور اگر مسلمان انہیں بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح و جائز ہے۔

☆فی الدر المختار ثیاب الفسقة واهل الذمة طاهرة اه

درمختار میں ہے کہ فاسق اور ذمی لوگوں کے کپڑے پاک ہیں۔اھ

﴿درمختار۔ فصل الاستنجاء﴾

☆وفی الحديقة سراويل الكفرة من اليهود والنصارى والمجوس يغلب على الظن نجاسته لانهم لايستنجون من غير ان يأخذ القلب بذلك فتصح الصلوة فيه لان الاصل اليقين بالطهارة اه ملخصا

اور حدیقہ میں ہے کہ یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں وغیرہ کفار وغیرہ کی شلوار غالب گمان کے مطابق ناپاک ہے کیونکہ وہ استنجاء نہیں کرتے لیکن جب یہ بات دل میں نہ بیٹھے، تو اس کے ساتھ نماز صحیح ہے کیونکہ اصل چیز طہارت کا یقین ہے۔اھ تلخیص ﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ﴾

☆فی الحلية التوارث جار فيما بين المسلمين فی الصلوة بالثياب المغنومة من الكفرة قبل الغسل۔

حلیہ میں ہے کہ کفار سے مالِ غنیمت میں حاصل ہونے والے کپڑوں کو دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنا مسلمانوں میں نسل در نسل چلا آ رہا ہے۔اھ ﴿حلیۃ المحلی﴾

marfat.com

یہ فقط سات نظیریں ہیں، اگر مسئلے کی تہہ تک پہنچنا چاہیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ اوران تمام صورتوں میں اجازت کی وجہ کیا ہے؟..فقط وہی ضابطہ جسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ طہارت وحلت اصل اوریقین شدہ ہیں اوراس یقین کے زوال کے لئے یقین ہی متعین ہے۔

اسی سبب سے علمائے کرام کی عادت رہی ہے کہ حکم طہارت کے لئے ادنیٰ احتمال ہی کافی سمجھتے ہیں اوراس کا برعکس معاملہ ہرگز معروف نہیں کہ محض خیالات پر حکم نجاست لگا دیں۔ دیکھئے کہ گائے بکری اور انکے ہم مثل جانور اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں تو قطعی طور پر حکم طہارت ہے، حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں؟.......لیکن علماء فرماتے ہیں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ کنویں میں گرنے سے پہلے کثیر پانی میں اتری ہوں، جس کی بناء پر ان کا تمام بدن دھل کر صاف ہو چکا ہو۔

☆فی حاشیة ابن عابدین افندی رحمه الله تعالی قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانهم قالوا فی البقر ونحوه یخرج حیا لایجب نزح شئی وان کان الظاهر اشتمال بولها علی افخاذها لکن یحتمل طهارتها بان سقطت عقب دخولها ماء کثیرا مع ان الاصل الطهارة اه ومثله فی الفتح یقول العبد الضعیف غفر الله تعالی له علقت ههنا علی هامش ردالمحتار

حاشیہ ابن عابدین آفندی میں ہے، ''البحرالرائق میں فرمایا، ہم نے اسے علم

marfat.com

(یقین) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اس کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگر چہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست ڈھل گئی ہو اور وہ پاک ہو گئی ہو۔ علاوہ ازیں طہارت اصل ہے۔ اھ اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے اھ ﴿ردالمحتار، فصل فی البئر﴾

بندہ ضعیف، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے، کہتا ہے کہ میں نے اس مقام پر ردالمحتار کے حاشیہ پر کچھ تحریر کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

☆اقول لولاهيبة العلامة المحقق على الاطلاق مقارب الاجتهاد صاحب الفتح رضى الله عنه لقلت ان هذا الاحتمال انما يتمشى فى السوائم وفى بعضها اما العلوفة فلا تخفى احوالها على مقتنيها غالبا والحكم عام فلابد من توجيه اخر ويظهر لى والله تعالى اعلم ان هذا الاشتمال انما هو ظاهر يغلب على الظن من غير ان يبلغ درجة اليقين لان البول لاينزل على الافخاذ والقرب غير قاض بالتلوث دائما وهى ربما تتفاج وتخفض حين الاهراق فلم يحصل العلم بالنجاسة والى هذا يشير اٰخر كلام المحقق حيث يقول وقيل ينزح من الشاة كله والقواعد تنبوعنه مالم يعلم يقينا تنجسها اه نعم الظهور المفضى الى غلبة الظن يقضى باستحباب التنزه وهذا لاشك فيه قد استحبوا فى هذه المسئلة نزح عشرين دلوا كما نص عليه فى الخانية فافهم والله تعالىٰ اعلم اه ما علقته

marfat.com

على الهامش لكن لايعكربه على ما اردنا اثباته ههنا من ان المعهود من العلماء ابداء الاحتمال للحكم بالطهارة دون العكس فان هذا حاصل بعد كماليس بخاف على ذی فهم ۔

میں کہتا ہوں، اگر محقق علی الاطلاق اور منصب اجتہاد کا قرب رکھنے والے صاحب فتح القدیر کی ہیبت کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ احتمال سال بھر چرنے والے تمام یا بعض جانوروں کے بارے میں ہے جہاں تک گھر کے چارہ کھانے والے جانوروں کا تعلق ہے تو عام طور پر مالک سے ان کا حال پوشیدہ نہیں ہوتا اور حکم عام ہے لھذا کسی دوسری توجیہ کی ضرورت ہے مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی اور اللہ تعالی بہتر جانتا ہے کہ پیشاب کا رانوں سے لگا ہونا ظاہرا غلبہ ظن ہے، درجہ یقین کو نہیں پہنچتا کیونکہ پیشاب رانوں پر نہیں اترتا اور قرب ہمیشہ ملوث ہونے کا فیصلہ نہیں کرتا اور بعض جانور ٹانگیں پھیلا کر اور جھک کر پیشاب کرتے ہیں اور اس طرح وہ بہا دیتے ہیں لھذا نجاست کا یقین حاصل نہ ہوا۔ کلامِ محقق کا آخری حصہ بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انہوں نے فرمایا کہا گیا ہے کہ بکری (کے گرنے) سے پورا پانی نکالا جائے حالانکہ قواعد اس کی نفی کرتے ہیں جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہوا ھ۔ ہاں ایسا ظہور جو غلبہ ظن تک پہنچائے، پاک کرنا مستحب قرار دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فقہاء کرام نے اس مسئلے میں بیس ڈول نکالنا مستحب کہا ہے جیسا کہ خانیہ میں اسے بیان کیا پس سمجھ لو اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے اھ اور یہ وہ ہے جو میں نے حاشیہ پر تعلیق کی ہے لیکن اس کے ساتھ اس بات پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے جو ہم یہاں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ علماء سے معروف ہے کہ احتمال، حکم طہارت کو ظاہر

marfat.com

کرنے کے لئے لایا جاتا ہے نہ کہ اس کا عکس۔ اور یہ (طہارت) ابھی تک حاصل ہے جیسا کہ کسی بھی ذی فہم پر مخفی نہیں۔

ساتواں مقدمہ

شدید بے احتیاطی کہ جس کی بناء پر اکثر احوال میں نجاست و آلودگی کا غالب ہونا وقوع پزیر اور عام ہونا کثیر ہو، بے شک غلبہ ظن کا سبب ہے اور شرعاً غلبہ ظن کا اعتبار کیا جاتا ہے اور فقہ میں احکام کی بنیاد بنتا ہے۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔

﴿1﴾ ایک تو یہ کہ حلت و حرمت میں سے ترجیح پانے والی جانب پر دل کو اس قدر یقین و اعتماد ہو کہ دوسری جانب کو نظر سے بالکل گرا دے اور اسے قطعی طور ناقابل توجہ سمجھے گویا کہ اس دوسری جانب کا موجود.. یا. معدوم ہونا اس کے لئے برابر حیثیت رکھتا ہو۔

فقہ میں ایسا ظن غالب، یقین سے ملحق ہوتا ہے کہ ہر مقام پر یقین والا کام ہی دے گا اور اپنے خلاف سابقہ یقین کا مکمل مقابل اور اسے زائل کر دینے کی کامل صلاحیت رکھنے والا ہوگا۔ اور غالباً علماء کی اصطلاح میں ''غالب ظن''..اور..''اکبر رائے'' کا لفظ اسی قسم کے ظن پر بولا جاتا ہے۔

☆فی غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر الشك فی لغة مطلق التردد وفی الاصطلاح الاصول استواء طرفی الشئی وھو الوقوف بین الشئین بحیث لایمیل القلب الی احدھما ولم یطرح الاخر فھو ظن فان طرحه فھو غالب الظن وھو بمنزلة الیقین وان لم یترجح فھو وھم۔

marfat.com

الاشباہ والنظائر کی شرح غمز العیون والبصائر میں ہے" شک لغت میں تردد کو کہتے ہیں اور اصولِ فقہ کی اصطلاح میں کسی چیز کے دونوں طرف کا برابر ہونا اور دو چیزوں کے درمیان یوں ٹھہر جانا کہ دل ان میں سے کسی ایک کی طرف مائل بھی نہ ہو، اگر ان میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے اور دوسری کو چھوڑا نہ جائے تو وہ ظن ہے اگر دوسری کو چھوڑ دیا جائے تو یہ ظنِ غالب ہے جو یقین کے درجہ میں ہے اور اگر کسی جانب ترجیح نہ ملے تو وہم ہے۔

☆ولبعض متأخری اصولیین عبارة اخری اوجزمما ذکرناه مع زیادة علی ذلك وهی ان الیقین جزم القلب مع الاستناد الی الدلیل القطعی والاعتقاد جزم القلب مِن غیر استناد الی الدلیل القطعی کاعتقاد العامی والظن تجویز امرین احدهما اقوی من الاخر والوهم تجویز امرین احدهما اضعف من الأخر والشك تجویز امرین لامزیة لاحدهما علی الأخر انتهی اه ملخصا

بعض متاخرین اصولیوں کے نزدیک ایک دوسری عبارت ہے جو ہماری مذکورہ عبارت سے زیادہ مختصر ہے لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ یقین دل کی پختگی کو کہتے ہیں جبکہ اس میں دلیل قطعی کی سند بھی ہو، اعتقاد دل کی پختگی ہے لیکن کسی دلیل قطعی کی طرف اضافت نہیں ہوتی جیسے عام آدمی کا اعتقاد۔ ظن، دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت ضعیف ہو اور شک دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہو۔ اھ ملخصا

﴿غمز العیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر۔ الفن الاول من القاعدة الثانیة﴾

marfat.com

☆اقول وبالله التوفيق انما يتعلق غرضنا من هذه العبارة بما ذكر السيد الفاضل رحمه الله تعالى من التفرقة بين الظن وغالب الظن واما بقية كلام فماش على المعهود من العلماء الكرام من عدم التعمق فى الالفاظ عند اتضاح المرام ولابأس ان اذكره اشباعا للفائدة وان كان اجنبيا عن المقام (قوله رحمه الله تعالى استواء طرفى الشئى اقول تفسير بالاعم فانه يشمل المعقول والمحسوس كاستواء طرفى حوض مربع مثلا ولو زيد عند العقل لما نفع ايضا لان المربع كما يستوى طرفاه فى الخارج فكذا فى الذهن بل لو قيل استواء طرفى المعقول لم يتم ايضا لصدقه على الحوض المذكور فى مرتبة المعلوم سواء قلنا بحصول الاشياء بانفسها كما لحج به كثير من اتباع الفلاسفة او باشباحها كما هو الحق ولبقاء الطرفين على العموم وانما المقصود الايجاب والسلب ولبقاء الاستواء على الاطلاق وانما المراد فى ميل القلب من جهة الحكم لامن جهة اخرى كملاءمة غرض وغيره (قوله وهو الوقوف الخ اقول هذا كذلك فيعم مثلا وقوف السالك بين طريقين الى بلد لايميل قلبه الى احدهما غير ذلك (قوله فان ترجح احدهما الخ)اقول يشمل المستحب مثلا ففعله مترجح على تركه مع ان الترك غير مطروح ويجرى فى الامور العادية والطبعية وغير ذلك فربما يعرض للانسان شئيان فى الطعام واللباس والدواء والنكاح وغير

marfat.com

ها وهو اميل وارغب الى احد هما منه الى الاخر من دون ان يطرح الاخر (قوله فان طرحه الخ) اقول يصدق على الواجب وكذا الكلام فى الامور الغير الشرعية على ان الظن اعم من غالب الظن ولاشك فى صحة اطلاق الاول على الاخر والمراد بالمقابلة بينهما كما ذكر ان هذا القسم يختص بهذا الاسم (قوله وان لم يترجح فهو وهم) اقول عدم الترجح يشمل الاستواء ثم الاحسن ترتيب الظن والوهم معا على شئى واحد وهو ترجح احد الجانبين اذ لاينفك كل منهما عن صاحبه وجودا فهما متلازمان تحققا وان تباينا صدقا فكان الاسلم ان يقول فان ترجح احدهما على الاخر فالراجح مظنون ويخص بالغالب ان طرح الاخر والمرجوح موهوم (قوله مع زيادة على ذلك)اقول ظاهره انه اتى بجميع مامروزاد مع انه زاد شيئا ونقص اخر اعنى التفرقة بين الظن وغالبه (قوله والاعتقاد جزم القلب) اقول المعروف شمول الاعتقاد للظن عن هذا تسمعهم يعرفون الظن بالاعتقاد الراجح كما نص عليه فى شرح المواقف من المقصد الاول من المرصد الخامس من الموقف الاول اللهم الا ان يصطلح على تخصيص بالجازم قلت وقد يشهد له قولهم ان الاحاد لاتفيد الاعتقاد فافهم (قوله من غير استناد الخ)

اقول الله اعلم بما افساد من قصر الاعتقاد على التقليد

marfat.com

امانحن قد راينا ان علم الاصول يقال له علم العقائد وربما نسمع الائمة يقولون نعتقد كذا الدليل كذا واعتقدنا كذا البرهان كذا وهذا الامام الاعظم رحمه الله تعالیٰ يقول فی صدر الفقه الاكبر اصل التوحيد ومايصح الاعتقاد عليه الخ افترى ان المعنى مايصح الجزم به من دون الاستناد الى قاطع (قوله والظن تجويز الامرين الخ)اقول يشمل تجويز العزيمة والرخصة والعزيمة اقوى (قوله الوهم الخ)

اقول اولا يشمل تجويز الرخصة والعزيمة والرخصة اضعف وثانيا لافرق بين تفسيری الظن والوهم فتجويز امرين احدهما اضعف (قوله والشك الخ)اقول يشمل الاباحة والتخيير وبالجملة فلايخلو شئی من التفاسير الثمانية المذكورة للشك والوهم والظن من الشكوك فالاوضح الاخصر فی حد ها ما اقول اذلم تجزم فی حكم بايجاب ولاسلب فان استويا عندك فهو الشك والا فالمرجوح وموهوم والراجح مظنون فان بلغ الرجحان بحيث طرح القلب الجانب الاخر فهو غالب الظن واكبر الرأی والله تعالی اعلم ولنرجع الی ماكنا فيه

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں جو کچھ سید فاضل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے ان کی عبارت سے ہماری غرض ظن اور ظن غالب کے درمیان تفریق ہے جہاں تک باقی کلام کا تعلق ہے تو وہ اسی پر جاری ہے جو علماء کرام کے درمیان معروف ہے

marfat.com

کہ مقصد واضح ہونے کے بعد الفاظ میں غور وفکر نہیں کیا جاتا اور اگر میں فائدے سے سیری حاصل کرنے کے لئے ذکر کروں تو کوئی حرج نہیں اگر چہ یہ بحث اس مقام پر اجنبی ہے۔

ان کے قول ''کسی چیز کی دونوں طرفیں برابر ہونے'' کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ اعم کے ساتھ تفسیر ہے کیونکہ یہ معقول اور محسوس کو شامل ہے جیسے مربع حوض کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا، اگر وہ عند العقل کی قید کا اضافہ کرتے تو بھی نفع نہ دیتا کیونکہ مربع کی دونوں اطراف جس طرح خارج میں برابر ہوتی ہیں ذہن میں بھی اسی طرح ہوتی ہیں اور اگر ''**استواء طرفی المعقول**'' (معقول کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا) کی قید لگائی جائے تو بھی تعریف کامل نہ ہوگی کیونکہ مرتبہ معلوم میں یہ حوض مذکور پر صادق آتی ہے چاہے ہم ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ اکثر متبعین فلاسفہ نے اسے اختیار کیا یا مشابہ ذات کے ساتھ اشیاء کا حصول کا قول کریں جیسا کہ یہی حق ہے یہ تعریف اس لئے بھی تام نہیں ہوتی کہ دونوں اطراف عموم پر باقی رہتی ہے حالانکہ مقصود تو ایجاب اور سلب ہے نیز ان کا برابر ہونا مطلق ہے اس سے بھی تعریف کامل نہیں حالانکہ میلان قلب میں حکم کا اعتبار مراد ہے کوئی دوسری وجہ مثلاً کسی غرض کا پایا جانا وغیرہ مراد نہیں ہے۔

ان کا قول ''**هو الوقوف**'' (اور وہ بھی ٹھہرنا ہے) میں کہتا ہوں یہ بھی عام ہے مثلاً اس کو بھی شامل ہوسکتا ہے جو کسی شہر کی طرف جانے والے دو راستوں کے درمیان کھڑا ہو اور اس کا دل کسی ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو، اس کے علاوہ بھی۔

ان کے قول ''**فان ترجح احدهما**'' (اگر ان میں سے ایک راجح

marfat.com

ہوجائے) کے بارے میں میں کہتا ہوں مثال کے طور پر یہ مستحب کو شامل ہے کیونکہ اس کا کرنا چھوڑنے پر ترجیح رکھتا ہے باوجودیکہ ترک بھی کیا جاتا ہے اور طبعی وعادی اموراس کے علاوہ میں بھی جاری ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کے سامنے دو چیزیں ہوتی ہیں اشیاء خوردنی ولباس ودوا ونکاح وغیرہ میں۔ وہ ان میں سے کسی ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ میلان رکھتا ہے لیکن دوسری کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔

ان کے قول ''**فان طرحه** (اگر وہ اسے چھوڑ دے) کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ واجب پر بھی صادق آتا ہے اسی طرح غیر شرعی امور میں بھی کلام ہوسکتا ہے علاوہ ازیں ظن، ظن غالب سے عام ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے کا دوسرے پر اطلاق صحیح ہے اور ان دونوں میں مقابلہ سے مراد جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اس قسم کا اس کے نام کے ساتھ خاص ہونا ہے۔

ان کے قول ''**وان لم یترجح فهو وهم** (اگر ایک جانب راجح نہ ہوتو وہ وھم ہے) کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ راجح نہ ہونا برابری کو شامل ہے، پھر احسن بات یہ ہے کہ ظن اور وھم اکٹھے ایک چیز پر مرتب ہوتے ہیں اور وہ دو جانبوں ہیں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے جدا نہیں ہوتا پس تحقیق کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو لازم ہیں اگر چہ صدق کے اعتبار سے جدا جدا ہوں لھذا زیادہ محفوظ بات یہ تھی کہ فرماتے ''اگر ان میں سے ایک دوسرے پر راجح ہوتو وہ ظن ہوگا پھر اگر دوسری جانب کو چھوڑ دیا گیا تو وہ غالب کے ساتھ مختص ہوگا۔ (ظن غالب ہوگا) اور جسے ترجیح حاصل نہیں ہوئی وہ موہوم ہوگا،

ان کے قول ''**مع زيادة على ذلك** (اس پر کچھ اضافے کے ساتھ) میں

marfat.com

کہتا ہوں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ تمام عبارت کچھ اضافے کے ساتھ لائے ہیں حالانکہ انہوں نے کچھ اضافہ کیا اور کچھ یعنی ظن اور ظن غالب کے درمیان فرق کا بیان کم کر دیا۔

ان کے قول ''والاعتقاد جزم القلب'' (دل کی پختگی کو اعتقاد کہا جاتا ہے) کے بارے میں میں کہتا ہوں معروف یہ ہے کہ اعتقاد ظن کو بھی شامل ہے اسی لئے تم ان سے سنو گے کہ وہ ظن کی تعریف اعتقاد راجح کے ساتھ کرتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف کے موقف اول میں مرصد خامس کے مقصد اول میں اس کی تصریح ہے البتہ یہ کہ وہ جازم کی تخصیص کے ساتھ اپنی اصطلاح بنالیں میں کہتا ہوں اس پر ان (مصطلحین) کا قول کہ خبر واحد اعتقاد کا فائدہ نہیں دیتی'' شہادت ہے سمجھ لو۔

ان کے قول ''من غیر استناد'' (کسی نسبت واضافے کے بغیر) کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ انہوں نے اعتقاد کو تقلید پر بند کر دیا ہم نے تو دیکھا ہے کہ علم اصول کو علم العقائد کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی ہم ائمہ کرام کو کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ہم فلاں دلیل کی بنیاد پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور فلاں برھان کی بنیاد پر ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر کے شروع میں فرماتے ہیں، اصل توحید اور ہے جس کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے (آخر تک) کیا تمہارے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قطعی دلیل کی طرف نسبت کئے بغیر جس پر جزم صحیح ہو۔

ان کے قول ''والظن تجویز الامرین (دو باتوں کو جائز قرار دینا ظن ہے) کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ عزیمت اور رخصت کے جواز کو بھی شامل ہے حالانکہ عزیمت زیادہ قوی ہوتی ہے۔

marfat.com

ان کے قول ''اور وھم الخ'' کے بارے میں میں کہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ یہ رخصت وعزیمت کو جائز قرار دینے پر مشتمل ہے حالانکہ رخصت زیادہ ضعیف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظن اور وھم کی تفسیروں میں کوئی فرق نہیں پس (ایسی) دو باتوں کو جائز قرار دینا جن میں سے ایک زیادہ قوی ہو بعینہ ان دو باتوں کو جائز قرار دینا ہے جن میں سے ایک زیادہ ضعیف ہو۔

ان کے قول ''والشك الخ'' اور (شک آخر تک) کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ اباحت اور تخییر کو شامل ہے حاصلِ کلام یہ ہے کہ شک، وہم اور ظن کے بارے میں آٹھ تفاسیر شکوک سے خالی نہیں لهذا ان کی تعریف میں نہایت واضح اور بہت مختصر بات وہ ہے جو میں کہتا ہوں (یعنی) جب ایجاب وسلب کے حکم میں تمہیں کوئی قطعی بات حاصل نہ ہو تو اگر تمہارے نزدیک وہ دونوں برابر ہیں تو یہ شک ہے ورنہ جو مرجوح ہے وہ موہوم ہے اور راجح مظنون ہوگا اور اگر ترجیح اس حد تک پہنچ جائے کہ دل دوسری جانب کو چھوڑ جائے تو وہ غالب گمان اور بڑی رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا چاہیئے، جس میں ہم تھے۔)

﴿2﴾ دوسرے یہ کہ ترجیح پانے والی جانب کی طرف ابھی بھی دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور اس کے مقابل دوسری مرجوح جانب کو بالکل نظر انداز نہ کرے بلکہ اس کی جانب بھی ذہن جائے اگر چہ قلیل وضعیف طور پر، تو یہ صورت نہ تو یقین کا کام دے گی اور نہ اس میں یقین سابق سے مقابلے کی صلاحیت ہے، بلکہ اسے شک وتردد کے مرتبے میں ہی سمجھا جائے گا۔ کلماتِ علماء میں اسے بھی ظن غالب کا نام دیا جاتا ہے، اگر چہ حقیقۃً یہ محض ایک ظن ہے، غلبۂ ظن نہیں۔

marfat.com

☆فی الحدیقة الندیة غالب الظن اذالم یأخذ به القلب فهو بمنزلة الشك والیقین لایزول بالشك اھ

حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جب ظنِ غالب کو دل قبول نہ کرے تو وہ شک کی طرح ہے۔ اور یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ اھ

﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ﴾

☆فی الشرح المواقف الظن هو المعبر عنه بغلبة الظن لا فی الرجحان ماخوذ فی حقیقته فان ماهیته هو الاعتقاد الراجح فکانه قیل او غلبة الاعتقاد التی هی الظن وفائدة العدول الی هذه العبارة هی التنبیه علی ان الغلبة ای الرجحان ماخوذة فی ماهیته اھ

اور شرح مواقف میں ہے، ظن ہی کو غلبۂ ظن کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت میں ترجیح پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی ماہیت اعتقادِ راجح ہی ہے، گویا کہا گیا ''یا غلبۂ اعتقاد جو ظن ہے'' اور اس عبارت کی طرف رخ کرنے کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اس کی ماہیت میں غلبہ یعنی ترجیح کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اھ ﴿شرح المواقف۔ المرصد الخامس﴾

(**جیسا کہ معلوم** ہوا کہ یہ صورت از قسم ظن ہے، نہ کہ از نوع غلبۂ ظن۔ چنانچہ اس میں غلبہ ظن والا معاملہ کرنا درست نہیں) لیکن فقہاء کرام نے اس قسم میں اس بات کا ضرور لحاظ فرمایا ہے کہ جانب احتیاط اختیار کرنے کو فقط بہتر و افضل جانتے ہیں، اس پر عمل کو واجب و حتمی قرار نہیں دیتے۔

marfat.com

دیکھئے کافروں کے پاجامے، مشرکوں کے برتن، ان کے پکائے ہوئے کھانے اور بچوں کے ہاتھ پاؤں وغیرہ، وہ مقامات ہیں کہ جہاں نجاست کا پایا جانا اس قدر شدید وکثیر اور اس کے باعث اکثر اوقات اور غالب احوال، ناپاک ونجس ہونا اس قدر متوقع ہے کہ اگر طہارت کی جانب ایک مرتبہ ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس، بیس مرتبہ... لیکن اس کے باوجود ابھی تک ان میں سے کسی بھی چیز کو بغیر دیکھے یقینی طور پر ناپاک نہیں کہا جاسکتا اور دل اس بات کو قبول کرتا ہے کہ شائد پاک ہوں۔ اسی لئے علماء نے وضاحت کے ساتھ صاف صاف لکھا کہ اس پانی سے وضو، اس کھانے کا کھانا، ان برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح وجائز ہے اور ایسا شخص بالکل گناہ گار ومستحق عذابِ نار نہیں۔

..اور..

اگر کسی نے اس مقام پر ظن کو غلبہ ظن قرار دیتے ہوئے زوال یقین طہارت کا مطالبہ کیا تو اسے یہی جواب دیا کہ اگر چہ یہ گمان اکثر احوال میں یوں ہی سہی لیکن متحقق اور یقین شدہ تو نہیں؟... تو پھر اس سے اصل طہارت کے یقین کو زائل کرنا کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے؟...... ہاں البتہ غلبہ وظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے بچنا ''افضل وبہتر''..اور..نہ بچتے ہوئے فعل کا ارتکاب ''مکروہ تنزیہی'' ہوگا یعنی بلاضرورت اس کا ارتکاب مناسب تو نہیں، لیکن اگر کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔

☆فی الطریقة المحمدیة وشرحها لکن ههنا ای فی غلبة الظن من غیر ان یأخذ به القلب یستحب الاحتراز عنه ویکره تنزیها استعماله کسراویل الکفرة وسؤر الدجاجة المخلاة والماء

marfat.com

الذى ادخل الصبى يده فيه واوانى المشركين وقال فى الذخيرة يكره الاكل والشرب فى اوانى المشركين قبل الغسل لان الغالب الظاهر من حال اوانيهم النجاسة فانهم يستحلون شرب الخمر واكل الميتة ولحم الخنزير ويشربون ذلك وياكلون فى قصاعهم واوانيهم فيكره للمسلمين الاكل والشرب فيها قبل الغسل ثلاث مرات وذلك مقدار ما يغلب على ظنه انها طهرت لو كانت متحققة النجاسة ودفعا للوسواس اعتبارا للظاهر من حال تلك الاوانى كما كره التوضئ بسؤر الدجاجة المخلاة لانها لاتتوقى عن النجاسة فى الغالب والظاهر المتبادر للافهام لعدم تمييزها وعدم تحاشيها عن استعمال ذلك وكما كره التوضى بما قليل ادخل الصبى يده فيه لانه لايتوقى من النجاسة فى الظاهر المتبادر والغالب الكثير المعتاد وكما كره الصلوة فى سراويل المشركين اعتبارا للظاهر فانهم لايستنجون اذا بالوا او تغوطوا كان الظاهر من سراويلهم النجاسة لواكل او شرب فيها قبل الغسل جاز ولايكون اكلا ولاشاربا حراما لان الطهارة اصل لان الله تعالى لم يخلق شيئا نجسا من اصل خلقته وانما النجاسة عاضة فاصل البول ماء طاهر وكذلك الدم والمنى واخمر عصير طاهر ثم عرضت النجاسة فيجرى على الاصل المحقق غتى يعلم بحدوث العارض ومايقول الانسان بان الظاهر الغالب فى الاشياء المذكورة النجاسة قلنا نعم

marfat.com

لكن الطهارة ثابتة بيقين واليقين لايزول الابيقين مثله انتهى ثم قال فى الذخيرة ولاباس بطعام اليهود والنصارى كله من غير استثناء طعام دون طعام اذا كان مباحا من الذبائح وغيرها لقوله تعالى وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم من غير تفصيل فى الاية بين الذبيحة وغيرها وبين اهل الحرب وغير اهل الحرب وبين اسرائيل كنصارى العرب ولاباس بطعام المجوس كله الاالذبيحة وقال فى الذخيرة فى موضع اخر روى عن ابن سيرين رحمه الله تعالى ان اصحاب رسول الله ﷺ كانوا يظهرون ويغلبون على المشركين ويأكلون ويشربون في اوانيهم ولم ينقل انهم كانوا يغسلونها وروى عن اصحاب رسول الله ﷺ لما هجموا على باب كسرى وجدوا فى مطبخة قدورا فيها الوان الاطعمة فسألوا عنها فقيل لهم انها مرقة فاكلوا وبعثوا بشئى من ذلك الى عمر رضى الله تعالى عنه فتناول عمر رضى الله تعالى عنه من ذلك الطعام وتناول اصحابه اى بقية الصحابة رضى الله تعالى عنهم منه ايضا فالصحابة رضى الله تعالى عنهم اكلوا من الطعام الذى طبخوا اى المجوس لان الاصل حل الاكل ولاتثبت الحرمة بالظن وطبخوا اى الصحابة رضى الله تعالى عنهم فى قدورهم قبل الغسل والدليل له ان الطهارة اصل والنجاسة عارضة وقد وقع الشك فى العارض ولاترتفع الطهارة الثابتة بقضية الاصل ومايقول القائل ان

marfat.com

الظاهر هو النجاسة قلنا نعم ولكن الطهارة كانت ثابتة بيقين واليقين لايزول بالشك والظن الابيقين الايرى انه اذا اصاب عضو انسان او ثوبه مقدار فاحش من سؤر الدجاجة المخلاة اوالماء القليل الذى ادخل الصبى يده او رجله فيه وصلى مع ذلك جازت صلاته واذا صلى فى سراويل المشركين جازت ايضا لاناقد تيقنا الطهارة وشككنا فى النجاسة فلم تثبت بالشك كذا هنا فى طعام المجوس وقدورهم لاتثبت النجاسة بالشك وان كان الاحتياط عدم ذلك فى نظيره ولانقول بهذا فى واقعة الصحابة رضى الله عنهم لاحتمال معارضة هذاالاحتياط امر اخر كالحاجة الى الطعام فى ذلك الوقت او بيان الجواز للقاصر لانهم من اهل القدوة كما قال عليه الصلوة والسلام عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين من بعدى انتهى مانقله عن الذخيرة اه

طریقہ محمدیہ اوراس کی شرح میں ہے، لیکن یہاں پر یعنی غلبۂ ظن میں کہ اسے دل قبول نہ کرتا ہو، اس سے احتراز مستحب ہے اوراس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے ۔جیسے کفار کی شلوار، پاجامے، گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جھوٹا، وہ پانی جس میں بچے نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور مشرکین کے برتن ۔ ذخیرہ میں فرمایا کہ ''مشرکین کے برتن دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان میں برتن بظاہر غالباً نجس ہیں، وہ شراب نوشی، مردار خوری اور خنزیر کے گوشت کوحلال جانتے ۔اسے کھاتے پیتے اوراپنے پیالوں اوردوسرے برتنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

marfat.com

پس اس کو تین بار دھونے سے پہلے مسلمانوں کو ان کا استعمال مکروہ ہے اور یہ مقدار وہ ہے کہ اگر برتنوں پر نجاست لگی ہوئی ہو تو اس سے اس کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہو جائے۔ اس طرح ان برتنوں کی ظاہری حالت سے پیدا ہونے والا وسوسہ دور ہو جائے گا جیسا کہ گلیوں میں پھرنے والی مرغی کے جھوٹے سے وضو مکروہ ہے۔ کیونکہ عام طور پر وہ نجاست سے نہیں بچتی اور ذہنوں میں ظاہر و متبادر بات یہ ہے کہ وہ اس (نجاست) کے استعمال میں نہ تمیز کرتی ہیں اور نہ ہی اس سے بچتی ہے۔ اور جیسا کہ اس قلیل پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے جس میں بچے نے اپنا ہاتھ ڈالا کیونکہ ظاہر اور متبادر اور غالب نیز عام عادت یہ ہے کہ وہ نجاست سے نہیں بچتا۔

اور جیسے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے مشرکین کی شلواروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ پیشاب اور قضائے حاجت کے بعد استنجا نہیں کرتے اور ان کی شلواروں کا ظاہری حال ناپاک ہے اور اس کے باوجود یعنی ان برتنوں کے بارے میں ظاہر و غالب یہی ہے کہ وہ ناپاک ہیں۔ اگر دھونے سے پہلے ان میں کھایا پیا تو جائز ہے اور کھانا پینا حرام نہ ہوگا کیونکہ طہارت اصل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں کسی چیز کو ناپاک پیدا نہیں کیا، نجاست بعد میں لاحق ہوتی ہے پس پیشاب کی اصل پاک ہے اسی طرح خون، منی، اور شراب پاک رس ہے پھر ان کو نجاست لاحق ہوئی پس حکم اصل پر جاری ہوگئی جو ثابت ہے یہاں تک کہ عارض کے پیدا ہونے کا علم ہو جائے۔

اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ظاہر اندکورہ اشیاء میں گمان نجاست ہے، ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت یقین سے ثابت ہے اور یقین، یقین کامل کے ساتھ زائل ہوتا

marfat.com

ہے۔اھ پھر ذخیرہ میں فرمایا کہ ''یہود ونصاری کے تمام کھانوں میں بغیر استثناء کوئی حرج نہیں کہ یہ کھانا نہ ہو وہ نہ ہو جبکہ وہ مباح ہو ذبیحہ ہو یا اس کے سواء ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔'' آیت کریمہ میں ذبیحہ اور غیرِ ذبیحہ اہلِ حرب، غیر اہلِ حرب اور بنی اسرائیل جیسا کہ عرب کے عیسائی کے درمیان کوئی تفصیل نہیں ہے اور مجوسیوں کے ذبیحہ کے علاوہ تمام کھانوں میں کوئی حرج نہیں۔

ذخیرہ میں ایک دوسرے مقام پر ابن سیرن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم حملہ کر کے مشرکین پر غالب آتے تو ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اور یہ بات منقول نہیں کہ وہ ان کو دھو کر استعمال کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے مروی ہے کہ وہ کسریٰ کے دروازے پر جمع ہوئے تو ان کے باورچی خانہ میں ہنڈیاں پائیں جس میں طرح طرح کے کھانے تھے انہوں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ شوربہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے کھایا اور کچھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اس کھانے کو کھایا جس کو مجوسیوں نے پکایا تھا کیونکہ اصل میں اس کا کھانا حلال ہے اور گمان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

نیز صحابہ کرام نے ان کی ہانڈیوں کو دھونے سے پہلے ان میں پکایا، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ طہارت اصل ہے اور نجاست لاحق ہونے والی ہے اور لاحق ہونے والی میں شک واقع ہوا، جس سے وہ طہارت جو اصل سے ثابت ہے، ختم نہیں ہوگی اور جو کچھ کہنے والا کہتا ہے کہ ظاہر نجاست ہی ہے، ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت یقین

marfat.com

کے ساتھ ثابت ہوئی تھی اور یقین شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا وہ صرف یقین کے ساتھ دور ہوتا ہے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ جب کسی انسان کے عضو یا کپڑے کو گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جھوٹا زیادہ مقدار میں پہنچ جائے یا قلیل پانی جس میں بچے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈالا اور وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی۔

اور جب مشرکین کی شلوار میں نماز ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہمیں طہارت کا یقین اور نجاست میں شک ہے۔ پس وہ شک کے ساتھ ثابت نہ ہوگی جس طرح یہاں مجوسی کے کھانے اور ہانڈیوں میں شک سے نجاست ثابت نہ ہوتی، اگرچہ اس کی مثل میں احتیاط عدمِ طہارت ہی ہے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعہ میں ہم یہ بات نہیں کہتے، کیونکہ اس احتیاط کے مقابل ایک دوسرا معاملہ ہے۔ جیسے اس وقت کھانے کی حاجت یا مجبور انسان کے لئے بیانِ جواز، کیونکہ وہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کی اقتداء کی جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی لازم ہے۔ اھ

☆مانقلته عنها بتلخيص التقاط وهوكما ترى كلام نفيس يفيد النفائس ويبيد الوساوس والله الحافظ من شر الدسائس

جو کچھ ذخیرہ سے نقل کیا ہے، وہ مکمل ہوگیا۔ جو کچھ میں نے ان دونوں سے تلخیص اور انتخاب کے طریقے پر نقل کیا ہے۔ وہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو نفیس کلام ہے، عمدہ باتوں کا فائدہ دیتا ہے اور وسوسوں کو دور کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سازشوں سے حفاظت فرمانے والا ہے۔

marfat.com

☆اقول ومما ينبغى التنبه له ان قوله نيما مر انه لم ينقل عن الصحابة رضى الله تعالى عنهم انهم كانوا يغسلون اوانى الغنائم وقصاعها كانه اراد به الادامة والالتزام والا فقد صح عن النبى ﷺ الامر بغسلها احمد والشيخان وابوداؤد والترمذى وغيرهم عن ابى ثعلبة رضى الله تعالى عنه قال قلت يارسول الله انا بارض قوم اهل كتاب افناكل فى انيتهم قال ان وجدتم غيرها فلاتأكلوا فيها وان لم تجدوا فاغسلوها وكلوا فيها وفى لفظ ابى داؤد انهم يأكلون لحم الخنزير ويشربون الخمر فكيف نصنع بانيتهم وقدورهم الحديث وفى احدى روايتى ابى عيسى سئل رسول الله ﷺ عن قدور المجوس فقال انقوها غسلا واطبخوا فيها وعنداحمد عن ابن عمر ان اباثعلبة رضى الله تعالى عنهم سأل رسول الله ﷺ افتنا فى انية المجوس اذا اضطررنا اليها قال اذا اضطررتم اليها فاغسلوها بالماء واطبخوا فيها فاذا ثبت الامر فقد ثبت الغسل وان لم ينقل بخصوصه اذما كانوا ليخالفوا امر رسول الله ﷺ ولايأتمروا به ابدا هذا ومن نظر فى الدلائل التى اسلفنا ايقن ان الامر فى هذا الحديث للندب والنهى للتنزيه والله تعالى اعلم

میں کہتا ہوں کہ یہاں اس بات پر آگاہی مناسب ہے کہ ان کے گزشتہ قول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے منقول نہیں کہ وہ غنیمتوں کے برتن اور پیالے دھوتے

marfat.com

تھے، سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نہیں دھوتے تھے اور نہ اس کا التزام کرتے تھے ورنہ صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ان کے دھونے کا حکم ثابت ہے۔ اس حدیث کو امام احمد و بخاری و مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، "یارسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہم اہلِ کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر تم ان کے علاوہ برتن پاؤ تو ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو ان کو دھو کر ان میں کھالو۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ خنزیر کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں تو ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کے ساتھ کیا کریں (الحدیث) ابوعیسٰی کی دو روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔

﴿ترمذی شریف۔ باب جاء فی الاکل فی انیة الکفار﴾

امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں بتائیے جب ہم ان کے استعمال پر مجبور ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم ان کے استعمال پر مجبور ہو تو ان کو پانی میں دھو کر ان میں پکاؤ۔ ﴿مسند امام احمد بن حنبل﴾

جب حکم ثابت ہوا تو عملاً دھونا بھی ثابت ہو گیا اگرچہ وہ خاص طور پر منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نہ تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور نہ ہمیشہ ہمیشہ بجا لاتے، اسے اختیار کیجئے اور جو شخص ہمارے گزشتہ دلائل پر غور کرے گا اسے اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ امر استحباب کے لئے ہے اور نہی تنزیہ

marfat.com

کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆وفی نصاب الاحتساب بعد نقل مافی الذخیرة بالاختصار قال العبد اصلحه الله تعالی وماابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الهنود علی هذا الاحتمال تلویث اوانیهم ان نساء هم لایتوقین عن السرقین وکذا یأکلون لحم ماقتلوه وذلك میتة فالاباحة فتوی والتحرز تقوی اه ملخصا۔

نصاب الاحتساب میں ذخیرہ کی بحث بالاختصار نقل کرنے کے بعد فرمایا، بندہ عرض کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کرے اور جو ہم گھی، سرکہ، دودھ، پنیر، اور دیگر مائع چیزیں ہندوؤں سے خریدنے کے سلسلے میں مبتلاء ہیں، حالانکہ ان کے برتنوں کے (نجاست سے) ملوث ہونے کا احتمال ہے، ان کی عورتیں گوبر سے اجتناب نہیں کرتیں اور اسی طرح وہ اپنے مقتول کا گوشت کھاتے ہیں اور یہ مردار ہوتا ہے، پس فتویٰ کے اعتبار سے وہ مباح ہے لیکن تقویٰ یہ ہے کہ اجتناب کرے اھ ملخصا

☆اقول واراد بالاباحة مالا اثم فیه وبالتقوی الرعة فافهم

میں کہتا ہوں کہ اباحت سے مراد وہ ہے جس میں گناہ نہ ہو اور تقویٰ سے مراد شبہات سے بچنا ہے، پس سمجھ لو۔

☆فائدة جلیلة یقول العبد الضعیف لطف به المولی اللطیف اعلم ان هذاالذی جزمنا به وعولنا علیه فیما مر من ان المکروه تنزیها لیس من الاثم فی شئی لاکبیرة ولاصغیرة

marfat.com

ولايستحق العبد به معاقبة ماالاكثيرة ولايسيرة هوالحق الناصع الذى لامحيد منه وبه صرح غير واحد من العلماء ففى حظر رد المحتار تحت قوله اماالمكروه كراهة تنزيه فالى الحل اقرب اتفاقا بمعنى انه لايعاقب فاعله اصلا لكن يثاب تاركه ادنى ثواب تلويح

عظیم فائدہ:۔ بندہ ضعیف، اس پر لطف و کرم کا مالک رحم فرمائے، کہتا ہے جان لو جو کچھ پہلے گزر چکا ہے اور اس پر ہم نے جزم اور بھروسا کیا وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی پر صغیرہ، کبیرہ کوئی گناہ نہیں اور اس سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا، نہ زیادہ کا اور نہ ہی کم کا، یہی واضح حق ہے جس سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاسکتی اور متعدد علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ردالمحتار کے باب الحظر میں اماالمکروہ کراھۃ تنزیہ کے تحت ہے کہ بالاتفاق حلت کے زیادہ قریب ہے یعنی اس کے مرتکب کو بالکل عذاب نہیں ہوگا، لیکن تارک کو کچھ نہ کچھ ثواب ملے گا۔ تلویح۔ اھ

☆اقول والى الحل اقرب يعنى الاباحة والافالحل المقابل للحرمة ثابت لا شك وفيه اخر الاشربة عن العلامة ابى السعود المكروه تنزيها يجامع الاباحة اه

میں کہتا ہوں کہ حلت کے زیادہ قریب ہونے سے مراد اباحت ہے ورنہ وہ حلت جو حرمت کے مقابلہ میں ہے ثابت ہے اس میں شک نہیں اور اس میں اشربہ کے آخر میں علامہ ابوالسعود سے نقل کیا ہے کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔ اھ ﴿ردالمحتار۔ کتاب الحظر والاباحۃ﴾

☆اقول يعنى الاساغة وعدم الحظر ونفى الحرج وسلب

marfat.com

الحجر والا فاستواء الطرفين يباين ترجح احد الجانبين ولو من دون عزم وفيه من الصلوة الظاهر انه اراد بالمباح مالايمنع فلاينافی کراهة التنزيه اھ وفی شرح الطوالع من حيث العصمة ترك الاولی ليس بذنب فالاولی ومايقابله يشترکان فی اباحة الفعل اھ

میں کہتا ہوں کہ اس سے جائز، غیر ممنوع، حرج کی نفی اور رکاوٹ کا سلب مراد ہے ورنہ دونوں طرفوں کا برابر ہونا ایک جانب کی ترجیح کے خلاف ہے اگر چہ قصداً نہ ہو اور اسی میں نماز کی بحث میں ہے، ''ظاہر یہ ہے کہ مباح سے مراد وہ ہے جو منع نہ ہو پس وہ کراہت تنزیہی کے منافی نہ ہوگا۔ اھ ﴿ردالمحتار۔ آخر باب الاشربۃ﴾

شرح الطوالع کی بحث عصمۃ میں ہے کہ اولیٰ کا چھوڑنا گناہ نہیں پس ادنی اور اس کا مقابل فعل کے مباح ہونے میں برابر ہیں۔ اھ

☆اقول والمعنی ماذکرنا اعنی الرخصة وعدم التشديد المعبر عنه بنفی الباس وانت تعلم ان لوکان اثما لما جامع الاباحة اذ لاشئی من الاثم بمباح ولکان ممایمنع فان کل اثم ولو صغيرة محظور ولما جاز التعبير عنه بلاباس به اذ ما من اثم الا وفيه بأس ولما ساغ الجزم بنفی العقاب عليه فقد ثبت فی العقائد تجويز العقاب علی الصغائر نعم قد افصح العلماء ان کل مکروه تحريما من الصغائر کما فی صلاة رد المحتار عن البحر صاحب البحر فی بعض رسائله وهو المستفاد من کلمات غيره فی هذا

marfat.com

المقام وقد زلت قدم بعض المشاهير من ابناء العصر فزعم ان المكروه تنزيها صغيرة فاذا اصر يكون كما نص فی رسالة له وقد استوفينا الكلام علی هذا المرام فی رسالة اخری والله المؤفق

میں کہتا ہوں، جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کا مطلب رخصت اور عدم تشدید ہے جس کو "لاباس بہ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور تو جانتا ہے کہ اگر وہ گناہ ہوتا تو مباح کے ساتھ جمع نہ ہوتا کیونکہ کوئی گناہ مباح نہیں اور وہ ان میں سے ہوتا جو ممنوع ہیں کیونکہ ہر گناہ چاہے وہ چھوٹا ہی ہو ممنوع ہے اور "لاباس بہ" کے ساتھ اس کی تعبیر نہ ہوتی کیونکہ ہر گناہ میں حرج ہے اور وہ عذاب کی نفی کا جزم نہ کرتے کیونکہ عقائد میں صغیرہ گناہوں پر عذاب کا جائز ہونا ثابت ہے۔ ہاں علماء نے واضح کیا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی صغائر سے ہے۔ ﴿ردالمحتار۔ مطلب المکروہ تحریما من الصغائر﴾

جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے ذکر میں بحرالرائق سے نقل کیا صاحب بحرالرائق نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے، اس مقام پر دوسروں کے کلمات سے بھی اسی بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض علماء عصر میں سے بعض مشہور حضرات (مثلا مولانا عبدالحئی لکھنوی) سے لغزش ہوئی اور انہوں نے گمان کیا کہ مکروہ تنزیہی صغیرہ گناہ ہے جو بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالے (شرب الدخان) میں لکھا ہے ہم نے ایک دوسرے رسالے میں اس مقصد پر پورا کلام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

آٹھواں مقدمہ

کسی شے کی انواع واقسام میں کسی نجس چیز کے مل جانے .. یا۔ حرام چیز

marfat.com

سے مختلط ہو جانے کی وجہ سے حرمت ونجاست کے یقین ....اور....اس یقین کے باعث اس شے کے ہر ہر فرد سے بچنے کے واجب وضروری ہونے کا حکم، فقط اسی وقت لگایا جائے کہ جب یہ بات معلوم اور تحقیق شدہ ہو کہ نجس وحرام کا اختلاط وملاقات، اس شے کے ہر ہر فرد میں عام ہے۔مثلاً جس چیز کے بارے میں معلوم ہو کہ اس میں شراب.. یا..سور کی چربی ڈالی جاتی ہے اور اس شے کو تیار کرنے والے لازمی طور پر ان چیزوں کی ملاوٹ کا اہتمام کرتے ہیں تو اس شے کا استعمال کلی طور ناجائز وحرام ہوگا۔

اس مقام پر یہ احتمال وخیال بالکل قابل اعتبار نہیں کہ

''جس فرد کو ہم استعمال کر رہے ہیں شائد اس میں ملاوٹ نہ ہو کیونکہ اس فرد کو بنتے ہوئے نہ تو ہم نے دیکھا ہے اور نہ خاص اسی کے بارے میں کوئی معتبر خبر حاصل ہوئی ہے۔''

کیونکہ جب اس شے کی تیاری میں بنانے والوں کا حرام شے کی ملاوٹ کا اہتمام کرنا معلوم ہے تو یقیناً ہر ہر فرد میں وہ حرام شے ضرور موجود ہوگی۔لھذا اس صورت میں یہ احتمال وخیال اسی قبیلے سے مانا جائے گا کہ جو یقین کامل کا درجہ رکھنے والے غلبہ ظن کے مقابلے میں ہوتا ہے اور جسے دل بالکل قابل التفات ولائق اعتبار نہیں جانتا بلکہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ایسا خیال بالکل کارآمد نہیں، کیونکہ یہ ظن غالب کو یقین سابق کی برابری سے نیچے درجے میں نہیں اتار سکتا ہے۔ چنانچہ اس ظن غالب کو، تیار کی جانے والی شے کی اصل طہارت کو زائل کرنے کا سبب بنایا جا سکتا ہے۔

ہاں اگر کسی یقینی دلیل سے اس شے کے کسی فردِ مخصوص کا حرام ونجس سے

marfat.com

محفوظ ہونا ثابت ہو جائے، تو اب یقیناً اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

اسی لئے علمائے کرام نے فرمایا کہ فارسی ریشم ناپاک اور اس سے نماز محض ناجائز ہے، کیونکہ وہ لوگ اس کی چمک بڑھانے کے لئے پیشاب ملاتے ہیں اور بعد میں دھوتے بھی نہیں تاکہ رنگ نہ کٹ جائے۔

☆فی الدر المختار دیباج اهل فارس نجس لجعلهم فیه البول لبریقه اھ

درمختار میں ہے کہ اہل فارس کا دیباج (ریشمی کپڑا) ناپاک ہے کیونکہ وہ اس میں چمک پیدا کرنے کے لئے پیشاب استعمال کرتے ہیں اھ۔

﴿درمختار۔ فصل فی الاستنجاء﴾

☆وفی الحلیة عن البدائع قالوا فی الدیباج الذی ینسجه اهل فارس لاتجوز الصلاة فیه لانهم یستعملون فیه البول عند النسج ویزعمون انه یزید فی تزیینه ثم لایغسلونه فان الغسل یفسده الخ

اور حلیہ میں بدائع سے منقول ہے انہوں نے کہا اہل فارس جو دیباج بنتے ہیں اس میں نماز جائز نہیں کیونکہ وہ بنتے وقت اس میں پیشاب استعمال کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس سے اس کی زینت میں اضافہ ہوتا ہے، پھر وہ اسے دھوتے نہیں کیونکہ وہ دھونے سے خراب ہو جاتا ہے۔

﴿بدائع الصنائع۔ فصل فی بیان مقدار ما یصیر به المحل نجسا الخ﴾

اور اگر حرام ونجس چیز کی ملاوٹ کا خصوصیت سے اہتمام متحقق نہ ہو بلکہ

marfat.com

فقط اتنا ثابت ہو کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، تو اس صورت میں ہر ہر فرد پر حرام ونجس کا حکم لگانا جائز نہ ہوگا۔ اور اب یہاں اس احتمال کو اہمیت حاصل ہوگی کہ جس فرد کو ہم استعمال کر رہے ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان میں سے ہو کہ جو اس اختلاط سے محفوظ رہے ہیں۔ اس صورت میں یقین شدہ اصل، طہارت وحلت ہوگی اور اس کے مقابل شکوک وظنون نا قابل اعتبار ٹھہریں گے۔

مثلاً دیکھئے کیا ہمیں کفار کے کھانے، لباس اور برتن وغیرہ کے بارے میں یقین کامل نہیں کہ ان میں سے بعض ناپاک بھی ہوں گے۔ لیکن اس یقین سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟..... اور اس یقین کی بناء پر ان تمام اشیاء کا استعمال مطلقاً حرام کیوں نہ ہوا؟..... وجہ یہی ہے کہ ان کے تمام کھانوں، لباسوں اور برتنوں میں نجاست کا عام ہونا معلوم نہیں۔ تو جب ان میں سے کچھ پاک بھی ہیں چاہے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں تو کس طرح معلوم ہوا کہ جس فرد کو ہم استعمال کر رہے ہیں وہ ان میں سے نہیں ہے؟......

☆فی الاحیاء الغالب الذی لایستند الی علامة تتعلق بعین مافیه النظر مطرح اھ

احیاء العلوم میں ہے کہ وہ غالب چھوڑ دیا جائے جو کسی ایسی علامت کی طرف منسوب نہ ہو جس کا اس معین چیز کے ساتھ تعلق ہے جس میں غور کیا جارہا ہے

﴿احیاء علوم الدین۔ الثار الثانی للشبهة﴾

اور زیادہ واضح دلیل سماعت فرمایئے کہ مجمع الفتاوی وغیرہ میں صاف لکھا ہے کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں، نہ ان کے گلوں سے خون دھویا جاتا

marfat.com

ہے اور نہ پکانے کے دوران نجاستوں سے بچتے ہیں، پھر ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیا جاتا ہے اور بعد میں دھوتے بھی نہیں،لیکن اس کے باوجود حکم دیا گیا ہے کہ بلا کسی شک کے پاک ہیں ان کے خشک وتر سے موزے بنائیے ، کتابوں کی جلد تیار کریں، پانی پینے کے لئے مشک وڈول بنائیں، کچھ مضائقہ نہیں۔

☆فی الطریقة عنه وفیها فی الغنیة وغیرها عن القنیة الجلود التی تدبغ فی بلادنا ولایغسل مذبحها ولاتتوقی النجاسات فی دبغها ویلقونها علی الارض النجسة ولایغسلونها بعد تمام الدبغ فهی طاهرة یجوز اتخاذ الخفاف منها وغلاف الکتب والقرب والدلاء رطبا ویابسا اھ

الطریقۃ المحمدیۃ میں ہے کہ اس (مجموعۃ الفتاویٰ) سے منقول ہے اور اسی میں ہے کہ غنیۃ وغیرہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ ہمارے شہروں میں جن چمڑوں کو دباغت دی جاتی ہے اور ان کے مذبح کو دھویا نہیں جاتا اور نہ ہی دباغت کے دوران نجاستوں سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ وہ اسے ناپاک زمین پر ڈالتے ہیں اور دباغت مکمل ہوجانے کے بعد بھی نہیں دھوتے تو پاک ہیں ان سے جوتا بنانا ، کتابوں کی جلدیں مشک اور ڈول بنانا جائز ہے چاہے تر ہوں یا خشک۔اھ

﴾الطریقۃ المحمدیۃ مع الحدیقۃ الندیۃ۔الصنف الثانی من الصنفین﴿

بس ایسی صورت میں ائمہ کرام نے یہی حکم ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ہر فرد کو علحیدہ علحیدہ ملاحظہ کیا جائے گا اور اس پوری شے کے بارے میں اجمالی طور پر حرام ونجس ہونے کا جو یقین حاصل ہے اسے ہر فرد میں جاری نہیں مانیں گے۔مثال کے

marfat.com

طور پر کفار خصوصا اہل حرب کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ وہ نجاسات کی بالکل پرواہ نہیں کرتے اور جیسی بھی چیز حاصل ہو جائے استعمال کر لیتے ہیں۔اس کے باوجود اس پوستین کے بارے میں جو دار الحرب سے تیار ہو کر آئے ،علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر اس کا پکنا کسی نجس چیز سے متحقق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز ہوگی اور پاک شے سے ثابت ہو تو قطعا جائز اور اگر اس بارے میں شک ہو کہ پاک سے پکائی گئی ہے یا ناپاک سے،تو دھونا افضل ہے نہ کہ بغیر دھوئے استعمال کرنا گناہ وممنوع ٹھہرے۔

☆فی الدر المختار مایخرج من دار الحرب کسنجاب ان علم دبغه بطاهر فطاهر او بنجس فنجس وان شك فغسله افضل اھ ومثله فی المنیة وغیرها

درمختار میں ہے کہ جو کچھ دار الحرب سے نکلے جیسے سنجاب اگر معلوم ہو کہ پاک چیز کے ساتھ اس کی دباغت ہوئی ہے تو ناپاک ہے اگر شک ہو تو دھونا افضل ہے۔اھ منیہ وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔ ﴿درمختار۔کتاب الطہارۃ﴾

یونہی خود مذہب حنفیہ کی اصلاح فرمانے والے امام محمد (قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ بچہ جب پانی میں ہاتھ یا پاؤں ڈالے دے تو خاص اس بچے کے ہاتھ پاؤں دیکھیں ،اگر ڈالتے وقت نجاست کا موجود ہونا ثابت ہو جائے تو وہ پانی ناپاک اور پاکی ظاہر ہو تو پاک۔اور اگر دونوں میں سے کچھ بھی واضح نہ ہو تو صرف مستحب ہے کہ دوسرا پانی استعمال کریں اور اگر اسی پانی سے وضو کر کے نماز پڑھ لی تو بلاشبہ جائز ہوگی۔

☆وفی السیرة الاحمدیة للعلامة محمد الرومی افندی عن

marfat.com

التاتارخانية عن اصل الامام محمد رحمه الله تعالى الصبى اذا دخل يده فى كوز ماء او رجله فان علم ان يده طاهرة بيقين (بان غسلها له او غسلت عنده اه نابلسى)يجوز التوضى بهذا الماء وان علم ان يده نجسة بيقين (بان راى عليها عين النجاسة او اثرها اه حديقة) لايجوز التوضى به وان كان لايعلم انه طاهرا ونجس فالمستحب ان يتوضأ بغيره لان الصبى لايتوقى عن النجاسات عادة ومع هذا لو توضأ به اجزاه اه

محمد رومی آفندی کی کتاب سیرتِ احمدیہ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ کی اصل (مبسوط) سے منقول ہے کہ جب بچہ اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کوزے (لوٹے وغیرہ) میں ڈالے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کا ہاتھ پاک تھا (یعنی اس نے خود دھویا یا اس کے سامنے دھویا گیا اھ نابلسی) تو اس پانی کے ساتھ وضو جائز ہے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ ناپاک تھا (مثلاً اس پر عین نجاست یا اس کا نشان دیکھا اھ حدیقہ) تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ پاک ہے یا ناپاک تو مستحب ہے کہ اس کے غیر سے وضو کرے کیونکہ بچہ عام طور پر نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتا اس کے باوجود اگر اس کے ساتھ وضو کرے تو کافی ہوگا۔ اھ

۞ الحدیقۃ الندیۃ۔ اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ ۞

اگر ہمارے بیان کردہ اس ضابطے کی تصریح ملاحظہ فرمانا چاہیں تو سیدنا امام محمد (قدس سرہ) کا یہ قول دیکھئے، آپ فرماتے ہیں،

☆به ناخذ مالم نعرف شيئا حرام بعينه وهو قول ابى

marfat.com

حنيفة واصحابه اه نقله الامام الاجل ظهير الدين فى فتاواه وغيره فى غيرها۔

ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک ہمیں بعینہ کسی چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب (شاگردوں) رحمھم اللہ کا یہی قول ہے اھ اسے امام اجل ظہیر الدین نے اپنے فتاویٰ میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ ﴿فتاویٰ ہندیہ۔ باب فی الہدایۃ والضیافات﴾

☆الحرمة باليقين والعلم وهو لم يتيقن ولم يعلم ان عين مااخذه حرام ولايكلف الله نفسا لا وسعها اه

حدیقہ میں ہے کہ حرمت یقین اور علم کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا اور نہ اسے یقین ہے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بعینہ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اھ

﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ فی بیان حکم التورع الخ﴾

☆اقول وهذا وان كان فى مسئلة الجوائز فليس الحرام للغصب بدون الحرام فنجاسة فى حكم الاجتناب كما لايخفى

میں کہتا ہوں، یہ اگرچہ تحائف کے مسئلہ میں ہے پس اجتناب کے حکم میں غصب کی صورت میں حرام ہونے والا نجاست کی بنیاد پر حرام ہونے والے سے کم نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ چونکہ ایسی صورت میں اس شے کی جانب حرام ونجس کی نسبت کا کلی طور پر یقین نہیں ہے، لھذا حکم کلی یہی ہے کہ اس کے تمام افراد کا استعمال

marfat.com

ممنوع قرار نہیں پائے گا، بلکہ ہر فرد کے بارے میں علیحدہ علیحدہ تحقیق کی جائے گی۔

نواں مقدمہ

جب بازار میں حرام وحلال اشیاء آپس میں مل جائیں، چاہے یہ ملاپ مطلقا ہو.. یا.. کسی جنس خاص میں، اور انہیں ایک دوسرے سے ممتاز وجدا کرنے کی کوئی علامت وذریعہ بھی نہ پایا جائے تو شریعتِ مطہرہ اس مقام پر خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی۔ کیونکہ ان اشیاء میں حلال وحرام دونوں ہیں، تو ہر شے میں احتمال پیدا ہوگیا کہ شائد یہ حلال میں سے ہو۔ اور حلت واباحت کے لئے اتنا احتمال ہی کافی ہوتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ہمارا یہ دعویٰ سابقہ تفاصیل سے پہلے ہی واضح ہو چکا ہے۔ اور خود امام محمد (قدس سرہ) نے مبسوط میں، جو کہ کتب ظاہر الروایہ میں سے ہے، اس کو صراحۃ بیان فرمایا،

☆فی الاشباہ عن الاصل اذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فانه یجوز الشراء والاخذ الاان تقوم دلالة علی انه من الحرام

اشباہ میں اصل (مبسوط) سے نقل کیا گیا ہے کہ جب شہر میں حلال وحرام مخلوط ہوجائے تو اس کا خریدنا اور لینا جائز ہے مگر یہ کہ اس کے حرام ہونے پر کوئی دلالت قائم ہوجائے۔ اھ ﴿الاشباہ والنظائر۔ القاعدۃ الثانیۃ من الفن الاول﴾

☆وفی المحمویة کون الغالب فی السوق الحرام وفی الحمویة کون الغالب فی السوق الحرام لایستلزم کون المشتری حراما لجواز کونه من الحلال المغلوب والاصل الحل

marfat.com

اور حمویہ میں ہے، بازار میں حرام کے بکثرت پائے جانے سے لازم نہیں آتا
کہ جو کچھ خریدا ہے وہ بھی حرام ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ چیز حلال مغلوب سے ہو
اور اصل بات حلت ہے۔ اھ ﴿حمویۃ المعروف غمز العیون مع الاشباہ﴾

دسواں مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آزمائش میں مبتلاء نہیں فرمایا کہ فقط اسی چیز کو استعمال کریں کہ جو حقیقۃً وواقعۃً پاک وحلال ہو، کیونکہ اس بات کے علم کا حصول ہماری قدرت وطاقت سے باہر ہے۔

☆قال اللہ تعالی **لَایُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَهَا**۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ ﴿البقرۃ۔۲۸۶﴾

اور نہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا مکلف بنایا کہ فقط اسی چیز سے نفع حاصل کریں کہ جسے ہم اپنے علم ویقین کی بناء پر طیب وطاہر جانتے ہیں کیونکہ اس میں بھی حرج عظیم ہے اور حرج کو نص صریح سے دور کر دیا گیا ہے۔

☆قال اللہ تعالی " **مَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنَ الْحَرَجِ**۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین میں تم پر کچھ تنگی نہ رکھی۔ ﴿الحج۔۷۸﴾

وَقَالَ تَعَالٰی " یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَایُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔"

اور فرمایا "اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔"

﴿البقرۃ۔۱۸۵﴾

اے میرے عزیز! ہمارا دین اسلام، آسانی اور سہولت کے ساتھ

marfat.com

تشریف لایا ہے، جو اسے اسی آسانی کے ساتھ قبول کرے گا، اس کے لئے ہمیشہ نرمی وآسانی ہے اور جو گہرائی میں جانے اور تشدد کی راہ چلنے کی کوشش کرے تو یہ دین بھی اس کے لئے سخت ہوتا چلا جائے گا حتی کہ ایسا شخص ہی تھک جائے گا اور اپنی سخت گیری پر خود ہی ندامت محسوس کرے گا، رحمت عالم (ﷺ) فرماتے ہیں،

☆ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبه فسددوا وقاربوا وابشروا الحدیث اخرجه البخاری والنسائی عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه وصدره عند البیهقی فی شعب الایمان بلفظ الدین یسر ولن یغالب الدین احد الاغلبه واخرج احمد والنسائی وابن ماجة والحاکم باسناد صحیح عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم ایاکم والغلو فی الدین فانما هلك من کان قبلکم بالغلو فی الدین واخرج احمد برجال الصحیح والبیهقی فی الشعب وابن سعد فی الطبقات عن ابن الادرع رضی الله تعالی عنه عن النبی ﷺ انکم لن تدرکوا هذا الامر بالمغالبة واخرج احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما عن النبی ﷺ احب الدین الی الله الحنیفیة السمحة واخرج ایضا هولاء فیها بسند جید عن محجن بن ادرع الاسلمی والطبرانی ایضا فی الکبیر عن عمران بن حصین وفی الاوسط وابن عدی والضیاء وابن عبدالبر فی العام عن انس

marfat.com

رضى الله تعالى عنهم عن النبى صلى الله عليه وسلم خير دينكم ايسره

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ بے شک دین آسان ہے اور ہرگز کوئی شخص دین میں سختی نہ کرے گا مگر وہ اس پر غالب آجائے گا پس ٹھیک ٹھیک چلو قریب ہو جاؤ اور خوشخبری دو۔ ﴿بخاری۔الدین یسر﴾

اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بیہقی شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ لائے ہیں ''دین آسان ہے اور کوئی شخص دین پر غالب آنے کی کوشش نہیں کرتا مگر وہ (دین) اس پر غالب آجاتا ہے۔

﴿شعب الایمان۔القصد فی العبادۃ﴾

امام احمد، ابن ماجہ، اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ''دین میں زیادتی کرنے سے بچو تم سے پہلے لوگ دین میں زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔''

﴿سنن نسائی۔باب التقاط الحصی﴾

امام احمد نے صحیح راویوں کے ساتھ بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن الادرع رضی اللہ عنہ سے کہ تم اس دین کو مبالغہ کے ساتھ ہرگز نہیں پا سکتے۔'' (یعنی جو حکم ملے اس پر عمل کرو خود مباح امور کو واجب قرار نہ دو۔) ﴿مسند امام احمد﴾

امام احمد نے اپنی مسند میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین کامل وابستگی اور نرمی

marfat.com

اختیار کرنا ہے۔ نیز انہوں نے اپنی کتب میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت محجن بن ادرع اسلمی سے طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصین سے اور اوسط میں نیز ابن عدی، ضیاء اور ابن عبدالبر سے علم کے بیان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ''تمہارا بہترین دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔''

﴿مسند امام احمد بن حنبل﴾

☆ واخرج ابوالقاسم بن بشران فی امالية عن امير المؤمنين عمر رضی الله عنه عن النبی ﷺ اياكم والتعمق فی الدين فان الله قد جعله سهلا الحديث۔

ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ، ''دین کی گہرائی (باریکی) میں جانے سے پرہیز کرو، اللہ تعالیٰ نے اسے آسان بنایا ہے۔

﴿الجامع الصغیر مع فیض القدیر﴾

بلکہ ہمیں شریعت کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر اس چیز کو استعمال کر سکتے ہیں کہ جو اپنی اصل کے اعتبار سے پاک وحلال ہو اور اس کے ساتھ کسی نجاست کا پایا جانا ہمارے علم میں نہ ہو۔

لھذا جب تک استعمال کی جانے والی شے کے بارے میں ممانعت کا کوئی کوئی قوی گمان نہ ہو تفتیش وتحقیق کی بھی حاجت نہیں۔ مسلمان کے لئے جائز ہے کہ اصل حلت وطہارت پر عمل کرے اور ''ممکن ہے کہ یہ ناپاک ہو'' .. یا ''اس کا احتمال ہے'' .. یا ''شائد'' .. یا ''ہوسکتا ہے'' کو قریب نہ آنے دے۔

marfat.com

☆فی الحدیقة لاحرمة الا مع العلم لان الاصل الحل ولا یلزمه السؤال عن شئی حتی یطلع علی حرمته ویتحقق بها فیحرم علیه ح اھ

حدیقہ میں ہے کہ علم کے بغیر حرمت نہیں کیونکہ اصل حلت ہے اور انسان پر لازم نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرے حتی کہ اس کی حرمت پر مطلع ہو جائے اور یوں وہ اس کی تحقیق کر کے اب اپنے اوپر حرام کر لے۔ اھ ملخصا

﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف﴾

☆وفیها عن جامع الفتاوی لایلزم السؤال عن طهارة الحوض ما لم یغلب علی ظنه نجاسته وبمجرد الظن لا یمنع من التوضی لان الاصل فی الاشیاء الطهارة اھ

اسی میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے کہ جب تک اس کی نجاست کا غالب گمان نہ ہو جائے، حوض کی طہارت کے بارے میں سوال نہ کرے اور محض گمان کی بنیاد پر وضو کرنے سے نہ رکے کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔

﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیۃ﴾

بلکہ خود سید المرسلین (ﷺ) سے مروی ہے کہ جب تم سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے کچھ کھلائے تو کھا لے اور کچھ نہ پوچھے اور اپنے پینے کی چیز پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے۔

☆ اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الاوسط والبیهقی فی الشعب باسناد لابأس به عن ابی هریرة رضی الله

marfat.com

عنہ عن النبی ﷺ اذا دخل احدکم علی اخیہ المسلم فاطعمہ من طعامہ فلیأکل ولایسأل عنہ وان سقاہ من شرابہ فلیشرب ولایسأل عنہ

حاکم نے مستدرک، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے اپنے کھانے میں کھلائے تو کھالے اور اس کے بارے میں سوال نہ کرے اور اگر وہ اپنے مشروب سے پلائے تو پی لے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھے۔ ﴿شعب الایمان۔باب فی المطاعم﴾

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ ایک حوض کے پاس سے گزرے، حضرت عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) ساتھ تھے، حوض والے سے پوچھنے لگے کہ کیا تیرے حوض سے درندے بھی پانی پیتے ہیں؟....امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے حوض والے! ہمیں نہ بتا۔

☆مالک فی مؤطاہ عن یحیی بن عبدالرحمن ان عمر رضی اللہ تعالی عنہ خرج فی رکب فیھم عمر وبن العاص رضی اللہ تعالی عنہ حتی وردوا حوضا فقال عمرو یا صاحب الحوض ھل ترد حوضک السباع فقال عمر بن الخطاب یا صاحب الحوض لاتخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے مؤطا میں حضرت یحیی بن عبدالرحمن رضی اللہ

marfat.com

عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواروں کے ایک دستہ میں تشریف لائے۔ ان میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے حوض والے! کیا تیرے حوض پر درندے بھی آتے ہیں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے صاحب حوض ہمیں نہ بتانا کیونکہ ہم درندوں کے پاس اور وہ ہمارے ہاں آتے جاتے ہیں۔ ؎1

﴿موطاامام مالک﴾

☆قال سیدی عبد الغنی ولعله کان حوضا صغیرا والا لما سأل اه ملخصا وقال تحت قوله لاتخبرنا ای لو کنت تعلم انه ترد السباع لانا نحن لانعلم ذلک فالماء طاهر عندنا فلواستعملنا لاستعملنا ماء طاهرا ولایکلف الله نفسا الا وسعها اه

سیدی عبد الغنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا شاید وہ چھوٹا حوض تھا ورنہ وہ نہ

؎1-ویروی مثل ذلک عن النبی ﷺ من حدیث ابن عمر رضی الله تعالی عنهما قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بعض اسفاره فسار لیلا فمروا علی رجل عند مقراة له فقال عمر یاصاحب المقراة او لغت السباع اللیلة فی مقراتک فقال صلی الله تعالی علیه وسلم یا صاحب المقراة لاتخبره هذا مکلف لها ماحملت فی بطونها ولنا ما بقی شراب وطهور منه

☆اسی طرح کی نبی اکرم ﷺ سے وہ حدیث مروی ہے جو ابن عمر نے روایت کی ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض سفروں میں تشریف لے گئے ایک دفعہ رات کو سفر شروع کیا تو ایک ایسے شخص پر سے گزر ہوا جس کے پاس اس کا اپنا تالاب تھا۔ تو حضرت عمر نے کہا اے تالاب والے! کیا رات کو تیرے تالاب سے درندوں نے پانی پیا تھا؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اے تالاب والے! اسے اس بات کی خبر نہ دو یہ مکلف ہے جو ان کے پیٹوں میں ہے وہ ان کے لئے ہے اور جو باقی ہے وہ ہمارے پینے اور طہارت کے لئے ہے۔ "المقراۃ" کسرہ کے ساتھ وہ جگہ جہاں بارش کا پانی جمع ہو۔

marfat.com

پوچھتے۔انتہی تلخیص۔وہ "لاتخبر نا" (ہمیں نہ بتانا) کے تحت فرماتے ہیں یعنی اگرچہ تو جانتا بھی ہو کہ درندے آتے ہیں کیونکہ ہم اس بات کو نہیں جانتے، پس ہمارے نزدیک پانی پاک ہے پس اگر ہم اسے استعمال کریں گے تو پاک پانی استعمال کریں گے اور ہر نفس کو اللہ تعالیٰ اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔

«الحدیقۃ الندیۃ۔الصنف الاول فیما ورد عن النبی ﷺ»

☆یقول العبد الضعیف غفر له القوی اللطیف جل وعلا قد حمل المولی الفاضل رحمه الله تعالی هذا الحدیث کما تری علی ماقدمنا من ان المطلوب عدم العلم بالنجاسة لاالعلم بعدم النجاسة ولیس علینا ان نبحث فان الشئی وان کان متجنسا فی الواقع فانه طاهر لنا مالم نعلم بذلك ولذا حمل الحوض علی حوض صغیر یحمل الخبث وقد سبقه الی هذا الحمل علامة عصره سیدی زین بن نجیم المصری رحمه الله تعالی فی البحر حیث قال (فروع) فی الخلاصة معزیا الی الاصل یتوضؤ من الحوض الذی یخاف فیه قذر ولایتیقنه ولایجب ان یسأل اذا الحاجة الیه عند عدم الدلیل والاصل دلیل یطلق الاستعمال وقال عمر رضی الله تعالی عنه الخ فذکر الحدیث المذکور بمعناه وانت تعلم ان کلامه انما هو فی الحوض الصغیر کمالا یخفی وقد استشهد بالحدیث علی عدم وجوب السؤال والتفتیش عنه وان خشی التجنس بنا علی اصالة الطهارة فالعبد الضعیف تمسك به فی هذا المقام تبعا لهما لکن

marfat.com

الحدیث ذو وجوہ وشجون فقد قیل یعنی ان الماء کثیر فلا یحتمل التجنس بولوغ السباع وعلیه درج الشیخ المحقق الدھلوی رحمه الله تعالی فی شرح المشکوۃ ویکدرہ سؤال عمروبن العاص رضی الله تعالی عنه کما اشار علیه علی القاری وقال العارف النابلسی لوکان کثیرا مقدار العشر لما سأل لانه لاینجس ح الابظھور اثر النجاسة فیه اجماعا وظھور الاثر یعرف بالحس فلایحتاج الی السؤال اھ

''بندہ ضعیف'' قوی ومہربان اور بلند وبالا ذات باری تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے ،'' کہتا ہے کہ فاضل مولانا نے اس حدیث کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس بات پر محمول کیا ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی مطلوب، نجاست کا علم نہ ہونا ہے نہ کہ عدم نجاست کا علم ہونا ہے اور ہم پر لازم نہیں کہ ہم بحث کریں کیونکہ اگر کوئی چیز اگر فی الواقع ناپاک بھی ہو تو ہمارے نزدیک پاک ہوگی جب تک ہمیں اس (کے نجس ہونے) کا علم نہ ہو اسی لئے حوض کو چھوٹے حوض پر محمول کیا گیا ہے جو نجس ہو جاتا ہے۔ اپنے زمانہ کے علامہ سیدی زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے البحر الرائق میں اسی حمل کی طرف سبقت کی ہے جب انہوں نے فرمایا (فروع) خلاصہ میں مبسوط کی طرف نسبت کرتے ہوتے فرمایا کہ اس حوض سے وضو کر سکتا ہے جس کے گندہ ہونے کا گمان ہو لیکن اس کا یقین نہ ہو اور اس پر سوال کرنا واجب نہیں کیونکہ اس کی ضرورت دلیل نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے اور اصل (طہارت) دلیل ہے جو استعمال کا اطلاق کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (آخر تک)۔

marfat.com

انہوں نے حدیث مذکور کو معنوی طور پر ذکر کیا اور تم جانتے ہو کہ ان کا کلام چھوٹے حوض کے بارے میں ہے جیسا کہ مخفی نہیں اور انہوں نے حدیث شریف سے شہادت پیش کی ہے کہ اس کے بارے میں پوچھنا اور تفتیش کرنا واجب نہیں۔ اگرچہ اس کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو کیونکہ طہارت اصل ہے۔ پس اس ضعیف بندے نے اس مقام پر ان دونوں کی اتباع میں اسی بات کو اختیار کیا لیکن حدیث کی کئی وجوہ اور مفاہیم میں کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زیادہ ہے تو درندوں کے منہ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مشکوۃ شریف کی شرح میں یہی بات درج فرمائی لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سوال اس بات کو مکدر کر دیتا ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا۔ عارف نابلسی رحمہ اللہ نے جو فرمایا کہ اگر وہ زیادہ دہ در دہ کی مقدار ہوتا تو آپ اس کی نجاست کا سوال نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں وہ بالاجماع اسی وقت ناپاک ہوتا جب اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو اور اثر کا ظاہر ہونا جس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے پس وہ سوال کا محتاج نہ ہوگا۔ اھ ﴿الحدیقۃ الندیۃ - فیما ورد عن النبی ﷺ﴾

☆ ای ماکان عمرو لیخفی علیه حکم الماء الکثیر ولاکان من الموسوسین فسؤاله ادل دلیل علی ان الماء کان قلیلا یحمل الخبث وقد کان فی فلاۃ فکان مظنة ورود السباع فعن هذانشاء السؤال ورده عمر بطرح الاحتمال ولیتنبه ان نقله الاجماع انما هو ناظر الی الماء الکثیر مع قطع النظر عن خصوص التفسیر لا الی مقدار العشر بالتخصیص کما لا یخفی هذا تقریر کلامه علی

marfat.com

حسب مرامه۔

یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ شان نہ تھی کہ آپ پر زیادہ پانی کا حکم مخفی رہتا اور نہ ہی آپ وسوسہ کرنے والوں میں سے تھے لہذا آپ کا سوال اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ پانی تھوڑا تھا جو ناپاک ہو جاتا ہے اور وہ جنگل میں تھا لہذا وہاں درندوں کے آنے کا گمان ہو سکتا تھا اس بنیاد پر سوال پیدا ہوا ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترکِ احتمال کے ساتھ رد کر دیا۔ آگاہ رہنا چاہئے کہ ان کا اجماع نقل کرنا خاص تفسیر سے قطع نظر محض زیادہ پانی کی بنیاد پر تھا دس کی مقدار سے تخصیص کرتے ہوئے نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔ یہ ان کے مقصد کے مطابق ان کے کلام کی تقریر ہے۔

☆اقول ویظهر لی ان ههنا مجال سؤال بوجهين

اما اولا فلما قد القيناعليك ان الاجماع انما هو على ان الكثير لايتنجس الا بتغيير اما تحديد الكثير ففيه نزاع شهير واختلاف كبير فى الكتب سطير فرب كثير عند قوم قليل عند أخرين وبالعكس واذا الامر كما وصفنا لك فما يدريك لعل الماء كان قليلا عند عمرو فبحث وكثيرا عند عمر فما اكترث والامر اظهر على قول اصحابنا ان الكثير فى حق كل مايسكثره

میں کہتا ہوں کہ مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ یہاں دو طرح سے سوال ہو سکتا ہے۔ اول: جب ہم نے تمہیں بتایا کہ اجماع اس بات پر ہے کہ کثیر پانی تبدیلی کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا لیکن کثیر کی حد بندی میں اختلاف مشہور ہے اور بہت بڑا

marfat.com

اختلاف جو کتب میں تحریر ہے اکثر ایک چیز کسی قوم کے نزدیک کثیر ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک قلیل...... اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہوجائے جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو تمہیں کیا خبر کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نزدیک پانی تھوڑا ہو لہٰذا انہوں نے بحث کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک زیادہ ہو، لہٰذا انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ ہمارے اصحاب کے قول پر یہ بات ظاہر ہے کہ ہر ایک کے حق میں وہی کثیر ہے، جس کو وہ کثیر سمجھے۔

☆ وينترأى لى فى الجواب عنه ان المجتهد ليس له ان يحمل المجتهد الاخر على تقليد نفسه ويصده عن العمل بمذهبه ولذا انكر عالم المدينة على هارون الرشيد اذاستأذنه ان يعلق المؤطا على الكعبة ويحمل الناس على مافيه فقال لا تفعل فان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اختلفوا فى الفروع وتفرقوا فى البلد ان وكل مصيب ابونعيم عنه فى الحلية وعلى المنصور اذ هم ان يبعث بكتبه الى الامصار ويأمر المسلمين ان لايتعدوها فقال لاتفعل هذا فان الناس قد سبقت اليهم الاقاويل وسمعوا احاديث ورووا روايات واخذ كل قوم بما سبق اليهم ودانوا به فدع الناس وما اختار كل اهل بلد منهم لانفسهم بن سعد عنه فى الطبقات فكذا لايجبر مجتهد بل عامى على تقليد ظن الغير فيما يفوض الى رائ المبتلى كما نص عليه فى البحر وغيره فعلى هذا قول عمر لاتخبرنا لاينبغى حمله على ان الماء كثير

marfat.com

عندی وان کان قلیلا عندك فبرأیی فاعمل ولاتسأل بل المعنی
علی هذا ایضا هو المنع عن اتباع الظنون ای ان الماء وان تسقله
لکن لست علی یقین من نجاسته فانصرف الکلام الی ما اردنا

اس کا جواب مجھ پر یوں ظاہر ہوا کہ کسی مجتہد کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید کی ترغیب دے اور اسے اس کے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے عالم نے ہارون رشید کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا جب اس نے مؤطا کو کعبۃ اللہ کی دیوار پر لٹکانے اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینے کی اجازت طلب کی۔ عالم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، رسول اکرم ﷺ کے صحابہ نے فروع میں اختلاف کیا اور مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک حق پر ہے۔ یہ بات حلیہ میں ابونعیم سے مروی ہے اور جب منصور نے مختلف شہروں میں ان کی کتابیں بھیجنے اور مسلمانوں کو حکم دینے کا ارادہ کیا کہ وہ اس سے تجاوز نہ کریں۔ تو اس کا انکار کرتے ہوئے عالمِ مدینہ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو لوگوں تک باتیں پہنچ چکی ہیں، انہوں نے احادیث سنی ہیں روایات نقل کی ہیں اور جس قوم تک جو پہنچا وہ اسے اختیار کر کے اس پر عمل پیرا ہو گئے، پس لوگوں کو اسی چیز پر چھوڑ دیجئے جو ہر شہر والوں نے اپنے لئے اختیار کر لی۔'' اسے ابن سعد نے اپنے طبقات میں نقل کیا۔ اسی طرح کسی مجتہد اور کسی عامی کو بھی اس چیز میں جو مبتلاء کی رائے پر چھوڑی گئی ہے دوسرے کے گمان کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ اس بنیاد پر حضرت عمر کے قول ''لاتخبرنا (ہمیں خبر نہ دینا)'' کو اس بات پر محمول کرنا مناسب نہیں کہ میرے نزدیک پانی زیادہ ہے اگر تمہارے نزدیک تھوڑا بھی ہو تب بھی تم میری رائے

marfat.com

پر عمل کرو اور سوال نہ کرو۔ بلکہ اس بنیاد پر بھی مفہوم یہ ہوگا کہ گمان کی اتباع سے روکا گیا مطلب یہ کہ اگر چہ تم پانی کو تھوڑا سمجھتے ہو لیکن تمہیں اس کی نجاست کا یقین نہیں پس ان کے کلام کو اسی طرف پھیرا جائے گا جو ہماری مراد ہے۔

☆ واما ثانيا فلانا لانسلم ان الكثير لايحتاج فيه الى السؤال فلربما ينتن او يتغير لونه فيحتمل انه لطول المكث او حلول الخبث فيتحقق مثاو للسؤال فعلم ان القليل والكثير سواء فى حاجة السؤال لكشف الحال عند المظنة والاحتمال بيد ان الكثير لاتعتريه المظنة الاالامر حسى اعنى تغير احد الاوصاف بخلاف القليل وبهذا القدر لايستند العلم الى مجرد الحس لان الذى يدرك بالحس لايكفى لتبين الامر وزوال اللبس كما لايخفى

دوم: ہم نہیں مانتے کہ زیادہ پانی کے بارے میں سوال کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات وہ بدبودار ہو جاتا ہے یا اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ پس اس بات کا احتمال ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنے یا نجاست داخل ہونے کے باعث ایسا ہوا ہو لہٰذا اس کا مقامِ سوال ہونا ثابت ہوگیا۔ پس معلوم ہوا کہ جب گمان واحتمال والی صورت ہو تو کشفِ حال کے لئے سوال کی ضرورت میں قلیل وکثیر برابر ہیں۔ علاوہ ازیں کثیر میں (نجاست کا) گمان محض امر حسی کی بنیاد پر ہوتا ہے یعنی اس کا کوئی وصف بدلتا ہے بخلاف قلیل کے۔ اور محض اتنی سی بات سے علم، مجرد حس کی طرف منسوب نہیں ہوگا کیونکہ حس کے ساتھ جس چیز کا ادراک ہوتا ہے وہ بات کو واضح کرنے اور شک کو دور کرنے کے لئے کافی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

marfat.com

☆وافاض الله الجواب عنه بان هذا مضر يعود نفعا محضا فلئن قلتم به فی قصة الحديث[1] فقد تركتم ما قصدتم واعترفتم بما نريد اذكان مثار سؤال عمرو ح هو احتمال الخبث ومبنى جواب عمر هو اتباع الاصل وذلك ماكنا نبغ وانما كنتم تذهبون بالحديث الى ان الماء كثير لايحمل الخبث فلاتخبرنا ای اخبارك وعدمه سواء وعلى هذا التقرير يصير الكثير نظير اليسير كما اعترفتم فلم تغن عنكم كثرتكم شيئا والله الموفق هذا

فیضانِ الٰہی: اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب کا فیضان عطا فرمایا، اگر چہ یہ ضرر ہے، اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش فرمائے کہ اگر تم اس حدیث کے ضمن میں یہ بات کرتے ہو تو تم نے اپنا مقصود چھوڑ کر ہماری مراد کا اعتراف کر لیا ہے کیونکہ اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے سوال کا دارومدار، نجاست کو برداشت کرنے پر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی بنیاد اصل کی اتباع ہے اور ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ حدیث کی روشنی میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ (چونکہ) زیادہ پانی نجاست سے ناپاک

---

[1]:- فان قلت لامساغ لهذا فی قصة الحديث اصلا اذا الماء الكثير لايتغير بمجرد ولوغ السباع وشرب الماء، قلت بلى فان لفظ الحديث هل ترد لاهل تلغ ويمكن ان ترد جماعات منهن وتقع فی الماء وتبول فيه وتقضى الحاجة فتغلبَ النجاسة على بعض اوصاف الماء ۱۲ منه

☆ اگر تو کہے کہ حدیث کے اس واقعہ سے اس کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ کثیر پانی محض درندوں کے چاٹنے اور پینے سے متغیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں ہاں کیونکہ حدیث کا لفظ "هل ترد" ہے "هل تلغ" نہیں اور ممکن ہے کہ درندوں کے کئی گروہ پانی پر وارد ہوتے ہوں اور پانی میں جا کر بول وبراز کرتے ہوں تو پانی کے بعض اوصاف پر نجاست غالب آ جائے۔

marfat.com

نہیں ہوتا لہذا تو ہمیں خبر نہ دے یعنی تیرا خبر دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہیں۔ اس تقریر کی بنیاد پر زیادہ، تھوڑے کی مثل ہو جائے گا جیسا کہ تم نے اعتراف کیا۔ پس تمہاری کثرت نے تم کو کوئی فائدہ نہیں دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔

وقیل بل ذهب عمر رضی الله تعالی عنه الی طهارة سؤر السباع کما تقوله الائمة الثلثة علی خلاف بینهم فی الکلب والخنزیر فقوله لاتخبرنا ای سواء علینا اخبرتنا او لم تخبرنا فانا نطهر ماتفضل السباع

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں ،جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کتے اور خنزیر کے (جھوٹے کے) بارے میں اس کے قائل ہیں اگرچہ ان میں کچھ اختلاف بھی ہے پس ان کا قول کہ ''ہمیں خبر نہ دینا'' کا مطلب یہ ہے کہ خبر دو یا نہ دو ہمارے لئے برابر ہے کیونکہ ہم درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں۔

☆اقول وقد یلمع الیه علی مافیه قوله فی الحدیث فانا نرد علی السباع وترد علینا وقوله کما زاد رزین عن بعض الرواة وانی سمعت رسول الله ﷺ یقول لها ماا خذت فی بطونها ومابقی فهو لنا طهور۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ ''ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے پاس آتے ہیں۔'' اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ نیز رزین نے بعض راویوں سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول زائد نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا، جو کچھ ان جانوروں نے اپنے

marfat.com

پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لئے ہے اور جو باقی رہ گیا ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے۔

﴿موطا امام مالک۔الطہور للوضو﴾

☆ وما اخرج الامام الشافعی عن عمر بن دینار ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالی عنه ورد حوض مجنة فقیل انما ولغ الکلب انفا فقال انما ولغ بلسانه فشرب وتوضأ

اسی طرح جو امام شافعی رحمہ اللہ نے عمر بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجنہ کے حوض پر تشریف لے گئے تو کہا گیا کہ ابھی یہاں کتے نے منہ مارا ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی زبان سے چاٹا ہے پھر آپ نے اس سے پیا اور وضو فرمایا،اس میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

☆ویکدر هذا والذی قبله جمیعا انکم ملتم بالکلام الی خلاف مایتبادر منه فان ظاهرالنهی کراهة الاخبار وماذاك الاخشیةان لواخبر لزمه التحریج فارادالتوسیع باستصحاب الطهارة مالم یعلم ولوکان الامر کما ذکرتم من کثرة الماء او طهارة السؤر لما ضر اخباره شیئا فعلی ما ینهاه عنه بل کان حق الکلام ح ان یقول بعمر وماذا ترید بالاستخبار الماء کثیر ولو ولغت او سؤرها طاهر فما فعلت الی هذا اشار محمد رحمه الله تعالی حیث قال بعد روایة الحدیث فی مؤطاه اذا کان الحوض عظیما ان حرکت منه ناحیة لم تتحرك به الناحیة الاخری لم یفسد ذلك الماء ماولغ فیه من سبع ولاما وقع فیه من قذر الا ان یغلب علی ریح او

marfat.com

طعم فاذا كان حوضا صغيرا ان حركت منه ناحية تحركت الناحية الاخرى فولغ فيه السباع او وقع فيه القذر لايتوضؤ منه الا يرى ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه كره ان يخبره ونهاه عن ذلك وهذا كله قول ابى حنيفة رحمه الله تعالى اه

یہ اور اس سے پہلے کی تمام بحث سے یہ بات مکدر ہو جاتی ہے کیونکہ تمہارے کلام کے میلان اس بات کے خلاف ہے جو واضح طور پر ذہن میں آتی ہے کیونکہ نہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ خبر دینا مکروہ ہے اور یہ اس ڈر کی بناء پر ہے کہ اگر خبر دے گا تو حرج میں پڑنا لازم آئے گا۔ لہذا ان کی مراد یہ تھی کہ جب تک علم نہ ہو حصولِ طہارت میں وسعت ہونی چاہئے اور اگر وہ بات ہوتی جس کا تم نے ذکر کیا کہ پانی زیادہ تھا یا وہ جھوٹے کو پاک سمجھتے تھے تو اس صورت میں ان کا خبر دینا نقصان دہ نہ ہوتا۔ پس انہوں نے کس بناء پر اس سے منع فرمایا ہے، بلکہ اس وقت حق کلام یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرماتے، کہ خبر حاصل کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ پانی زیادہ ہے اگرچہ اس میں (درندہ) منہ ڈالے یا ان کا جھوٹا ہو پاک ہے پس تم کیا کرو گے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے اپنی مؤطا میں یہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا، جب حوض اتنا بڑا ہو کہ اس کے ایک جانب کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب حرکت نہ کرے تو اس میں درندے کے پانی پینے یا نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس سے بو اور ذائقہ پر غالب آ جائے اور اگر حوض اتنا چھوٹا ہو کہ اس کی ایک طرف کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک ہو اور اس میں درندے نے پانی پیا یا نجاست پڑ گئی تو اس سے وضو نہ کیا

marfat.com

جائے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ وہ ان کو خبر دے اور اس سے منع فرمایا۔ یہ تمام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

﴿مؤطا امام محمد۔ باب الوضوء مما یشرب منہ السباع وتلغ فیہ﴾

☆اقول فعلى هذا معنى قوله فانا نرد الخ وكذا استشهاده بارشاد النبى صلى الله عليه وسلم ان ثبت انا نعلم ان المياه قلما تسلم عن ورد السباع لكن لم نؤمر بالبحث ولابالتكلف وامرنا بالاتكال على اصل الطهارة مالم نعلم بعروض النجاسة فلها ماحملت فى بطونها لان ماء الله مباح على كل ذات كبد حرا ولنا ما غير طهور لعدم التيقن بعروض المحذور فال الكلام الى ما وصفنا لك من ان اليقين الاجمالى بعروض النجاسة لنوع لايقضى بتنجس كل فرد منه وبالجملة فالحديث ذو وجوه والاوجه ما ذكرنا فصح الاستدلال على عدم وجوب السؤال لاجل ظن او احتمال وكان اول قدوة لنا فيه اما منا محمد رضى تعالى عنه

میں کہتا ہوں کہ اس بنیاد پر ان کے قول "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے ہاں آتے ہیں" اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادِ گرامی سے ان کے استدلال بشرطیکہ وہ ثابت ہو، کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم جانتے ہیں پانی 'درندوں کی آمدورفت سے بہت کم محفوظ ہوتے ہیں، لیکن ہمیں بحث اور تکلف کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہمیں اصل طہارت پر بھروسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک نجاست کے واقع ہونے کا علم نہ ہو، پس جو ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لئے ہے

marfat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پانی ہر گرم جگر والی چیز کے لئے مباح ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے کیونکہ ناپاک چیز کے گرنے کا ہمیں علم نہیں۔ پس ہم نے جو کچھ کہا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی نوع کے ناپاک ہونے کا اجمالی یقین اس کے ہر فرد کی نجاست کا تقاضا نہیں کرتا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث (کا مفہوم) کئی وجوہ پر مشتمل ہے لیکن زیادہ مناسب وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، پس ظن یا احتمال کی وجہ سے سوال واجب نہ ہونے پر استدلال صحیح ہے اور اس میں ہمارے پہلے مقتداء امام محمد رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆لكن يرتاب فيه بان النهى عن الاخبار على هذا يكون نهيا عن مناصحة المسلمين وصوفهم عن تعاطى المنكر فى الدين فان من علم ان فى ثوب المصلى نجاسة مثلا وهو لايدرى وجب عليه اخباره بذلك ان ظن قبوله لان فعله على خلاف امر الله سبحانه وتعالى فى نفسه وان ارتفع الاثم لعدم العلم

لیکن یہاں شک پیدا ہوتا ہے کہ اس بنیاد پر خبر دینے سے روکنا دین کے سلسلے میں مسلمانوں کی خیر خواہی اور برائی میں مشغول ہونے سے ان کی حفاظت سے روکنا ہو کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ نمازی کے کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہے اور اسے معلوم نہیں تو اس پر واجب ہے کہ اس کو خبر کر دے اگر اس کی قبولیت کا گمان ہو کیونکہ حقیقت میں اس کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اگر چہ عدمِ علم کی وجہ سے وہ گناہ گار نہ ہوا۔

☆والجواب عنه كما افساد العارف النابلسى ان عمر بن

marfat.com

الخطاب رضی الله تعالی عنه لایعلم ان صاحب الحوض یعلم ان السباع ترده حتی یکون قوله ذلك کفاو منعا من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ومن النصیحة فی الدین غایته انه اراد رضی الله تعالی عنه نفی الوسواس فی طهارة الماء والنهی عن کثرة السؤال فی الامور المبنیة علی الیقین فی ان الاصل فی الماء الطهارة ۔اھ

اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ عارف نابلسی رحمہ اللہ سے مستفاد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ حوض والے کو اس پر درندوں کے آنے جانے کا علم ہے جس کی وجہ سے آپ کا وہ قول ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' اور دین میں خیر خواہی سے باز رکھنا اور رکاوٹ بنتا ہو۔نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے پانی کی طہارت کے سلسلے میں وسوسوں کی نفی فرمائی اور جو امور یقین پر مبنی ہیں ان کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع فرمایا کیونکہ پانی میں اصل طہارت ہے۔اھ

﴿الحدیقة الندیة ۔الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمتنا الحنفیة﴾

☆قلت وحاصله ان المحذور ای کون النهی نهیا عن النهی عن المنکر مبنی علی العلم بکونه منکرا وهو مبتن علی العلم بالتنجس واذ لیس هذا فلیس ذاك فلیس ذالك ولم یکن ان صاحب الحوض هم بالاخبار فنهاه عمر حتی یکون نهیا بعد الظن بانه یعلم شیئا وانما سأل عمرو ولایدری ماعند المسؤل عنه فاراد سدباب الظنون والتنبیه علی انا لم نؤمر بذلك ولو فتحنا مثل هذا

marfat.com

الباب على وجوهنا لوقعنا فى الحرج والحرج مدفوع بالنص فتأمل حق التأمل لاتظنن ان الامر واربين مصلحة التوسيع ومفسدة النهى عن النهى عن المنكر بل بين دفع مفسدة الوسوسة والتعمق والمفسدة التى ذكرت وتلك حاضرة متيقنة وهذه محتملة متوهمه فترجح الاول فافهم والله تعالى اعلم

میں کہتا ہوں کہ اس کا ماحصل یہ ہے کہ ممنوع یعنی نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت اس پر مبنی ہے کہ اس کے منکر ہونے کا علم ہو اور وہ اس پر مبنی ہے کہ کے نجس ہونے کا علم ہو پس جب یہ بات (اس کا ناپاک ہونا) نہیں تو وہ (یعنی اس کے منکر ہونے کا علم نہیں) لہذا نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت بھی نہ پائی گئی اور یہ بات بھی نہیں کہ حوض کا مالک خبر دینے کا ارادہ کر چکا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا تا کہ اس ظن کے بعد وہ کچھ جانتا تھا یہ نفی کہلائے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ مسئول عنہ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خیالات وگمان کا دروازہ بند کرنے کا ارادہ کیا اور اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا اور اگر ہم اپنے سامنے اس قسم کا دروازہ کھول دیں تو حرج میں پڑ جائیں گے اور شرعی طور پر حرج دور کیا گیا ہے، پس غور کرو جیسے غور کرنے کا حق ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ معاملہ توسیع کی مصلحت اور نہی عن المنکر سے روکنے کی خرابی کے درمیان دائر ہے۔ بلکہ وسوسہ اور بہت گہرائی میں جانے کے فساد کو دور کرنے اور اس فساد کے درمیان دائر ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور وہ موجود یقینی ہے جب کہ اس میں احتمال اور وہم ہے پس پہلے کو ترجیح حاصل ہوگی، سمجھ لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

ہاں اس میں شک نہیں کہ اگر کسی فائدے کا حصول مقصود ہو تو شک وشبے کے مقام پر سوال وتفتیش بہتر ہے۔

☆فی البحر الرائق عن السرج الهندی عن الفقیه ابی اللیث ان عدم وجوب السؤال من طریق الحکم وان سأل کان احوط لدینه الخ

البحر الرائق میں سراج ہندی سے منقول ہے کہ انہوں نے فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا کہ سوال کا واجب نہ ہونا شرعی حکم کے طریقے پر ہے اور اگر سوال کرے تو یہ دینی اعتبار سے زیادہ محتاط ہوتا ہے۔

لیکن یہ سوال وتفتیش کرنا بھی اسی وقت جائز ہے کہ جب اس احتیاط وورع کو اختیار کرنے میں اس سے زائد اہم وتاکید شدہ کام کی مخالفت لازم نہ آئے، کیونکہ شریعت کسی فائدے ومصلحت کے حصول سے زائد اس بات کو پسند فرماتی ہے کہ فتنہ وفساد پھیلانے والی شے کا خاتمہ کیا جائے۔

مثلاً کسی مسلمان بھائی نے دعوت کی اور احتیاط وورع کا دعوے دار تحقیقات کر رہا ہے کہ کہاں سے لایا؟... کیونکر پیدا کیا؟... حلال ہے یا حرام؟... کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہوئی؟..... یہ ممنوع ہے کیونکہ بلاشک یہ باتیں وحشت پیدا کرنے والی ہیں اور اس بدگمانی کی بناء پر مسلمان بھائی کو تکلیف پہنچے گی۔

یہ خاص طور پر اس وقت اور زیادہ ممنوع ہوگا کہ جب دعوت دینے والا شرعاً لائق تعظیم واحترام ہو جیسے عالم دین، سچا مرشد، ماں باپ، استاد.. یا.. عزت دار مسلمان سردار قوم۔ کیونکہ یہاں تین باتیں جمع ہو گئیں۔ ایک بدگمانی، دوسری وحشت پیدا

marfat.com

کرنے والی باتیں کرنا اور تیسری بزرگوں کا ترکِ ادب۔

اور یوں گمان نہ کیا جائے کہ خفیہ تحقیقات کرلوں گا، کیونکہ اس صورت میں اگر صاحب خانہ کو خبر پہنچ گئی اور خبر پہنچنا کثیر الوقوع ہے کیونکہ لوگ فوراً ادھر کی ادھر لگا دیا کرتے ہیں، تو اس صورت میں صاحبِ خانہ سے تنہا تفتیش کرنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے۔ جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے۔

اس خیال سے بھی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش نہ کرے کہ اس قسم کی تحقیقات فقط قریبی رشتہ داروں سے کیا کرتا ہوں، غیروں سے نہیں۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ احباب کو رنج وغم میں مبتلاء کرنا کس طرح جائز ہوگیا؟......

اور اس تفتیش کے جواز کے لئے یہ گمان پیش کرنا کہ شائد انہیں تکلیف نہ ہو، بے کار ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ یوں کیوں نہیں سوچتے کہ شائد اسے تکلیف پہنچ جائے؟...اور... اگر شائد پر ایسا ہی عمل کرتا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ دعوت دینے والے کے مال وطعام وغیرہ کے حلال وطاہر ہونے کے بارے میں "شائد" پر عمل کیوں نہیں کرتا؟......

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی قباحت ہے کہ بالفرض اگر اس کی دل آزاری نہ بھی ہوئی اور اس نے براہِ بے تکلفی، طعام وغیرہ کا حرام ہونا بتا دیا، تو ایک مسلمان بھائی کی پردہ دری ہوئی اور کسی کا عیب ظاہر کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

غرض یہ کہ ایسے مقامات پر ورع واحتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں۔

(۱) کسی ایسے طریقے سے دعوت میں شرکت سے انکار کردے کہ دعوت دینے والے کو اس کا اجتناب کرنا محسوس ہی نہ ہو۔

marfat.com

(۲) ایسے امور کے بارے میں تفتیش کرے جس سے ایذاء بھی نہ ہو اور سامنے والے کی احتیاط پسندی بھی ظاہر جائے، مثلاً کسی کا جوتا پہنا ہوا تھا، وضو کر کے اسے پہننا چاہتا ہے، تو اب دعوت دینے والے سے دریافت کرے کہ پاؤں تر ہیں یونہی پہن لوں یا نہیں؟......وعلی ھذا القیاس

ہاں! اگر دعوت دینے والا فاسق، بے باک، اعلانیہ گناہ کرنے والا.. نیز.. اپنی حرام روزی کے بارے میں بتانے میں بالکل قباحت بھی محسوس نہ کرتا ہو، نہ ہی تفتیش کریں تو اسے صدمہ پہنچے، نہ اس کے باعث کسی فتنے کا احتمال ہو اور نہ ہی حقیقت ظاہر کرنے میں پردہ دری ہو، تو عند التحقیق ایسی صورت میں تفتیش وسوال کرنے میں حرج نہیں۔

اور اگر یہ معاملہ نہ ہو بلکہ وہی صورت ہو جس کا ماقبل میں ذکر گزرا تو ہرگز ورع وتقوی واحتیاط کے نام پر مسلمانوں کی نفرت ووحشت.. یا.. ان کی ذلت ورسوائی.. یا.. تجسس عیوب ومعصیت کا سبب نہ بنے کیونکہ یہ تمام امور ناجائز ہیں۔

اور جس مقام پر شک وشبہہ پیدا ہو جائے وہاں احتیاط اختیار نہ کرنا، ناجائز نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک جائز کام سے بچنے کے لئے چند ممنوعہ چیزوں کا ارتکاب کرنا پڑ جائے۔ اس صورت میں یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں غیر محتاط بنا دیا۔

اے عزیز! مخلوق سے الفت وموانست اہم امور میں سے ہیں۔

☆عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بمدارۃ الناس الطبرانی فی الکبیر عن جابر وقال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

marfat.com

رأس العقل بعد الایمان باللہ التحجب الی الناس الطبرانی فی الاوسط عن علی والبزار فی المسند عن ابی ہریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن انس البیہقی فی الشعب عنہم جمیعا رضی اللہ تعالی عنہم

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ فرمایا ''مجھے لوگوں سے خاطر مدارات کے لئے بھیجا گیا ہے۔'' ﴿شعب الایمان۔فصل فی الحلم والتودۃ الخ﴾

اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالی پر ایمان لانے کے بعد کمالِ عقل انسانوں سے محبت کرنا ہے۔ ﴿شعب الایمان۔فصل فی الحلم والتودۃ الخ﴾

اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور بزار نے مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان تمام سے روایت کیا رضی اللہ عنہم۔

لیکن مخلوق کے ساتھ محبت والفت و مدارات کا معاملہ اس وقت تک ہے کہ جب دینی معاملات میں فریب کاری اور کسی گناہِ شرعی میں مبتلاء ہونے کا خوف نہ ہو۔

☆ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے ''**لَايَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ** ۔کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔ ﴿المائدہ۔۵۴﴾

☆ اور ارشاد خداوندی ہے ''**لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ**۔اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں۔ ﴿النور۔﴾

marfat.com

☆ارشاد باری تعالیٰ ہے ''**وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ**۔ اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ ﴿التوبۃ۔۶۲﴾

☆قال صلی الله تعالی علیه وسلم لاطاعة لاحد فی معصیة الله انما الطاعة فی المعروف الشیخان و ابوداؤد والنسائی عن علی کرم الله تعالی وجهه وقال صلی الله علیه وسلم لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق احمد الامام ومحمد الحاکم عن عمران والحکم بن عمر والغفاری رضی الله تعالی عنهم

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے۔ ﴿صحیح بخاری۔ کتاب اخبار الاحاد﴾

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔'' ﴿مسند امام احمد بن حنبل﴾

اسے امام احمد اور محمد حاکم نے حضرت عمران اور حکم بن عمر غفاری رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

پس ان امور میں ''لازمی طور پر یاد رکھنے کے قابل'' یہ ضابطہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور حرام چیزوں کے ارتکاب سے بچنے کو رضائے مخلوق سے مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پرواہ نہ کرے۔ اور مستحبات کی ادائیگی اور غیر اولیٰ کو ترک کرنے میں مخلوق کی رضا اور ان کے قلوب کی رعایت کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت

marfat.com

وتکلیف ووحشت کا سبب بننے سے بہت زیادہ بچے۔

اسی طرح جو عادات ورسوم مخلوق میں جاری ہوں اور شرعی لحاظ ۔ ان میں کوئی بھی قباحت وشناعت ثابت نہ ہوتو اس مقام پر بھی خود کو بلند وبالا ثابت کرنے کے لئے لوگوں کی مخالفت نہ کرے، کیونکہ اس طرح کی حرکت لوگوں سے محبت وموانست کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ اور شارع (ﷺ) کی مراد ومحبوب کے خلاف ہے۔

ہاں ہاں! ہوشیار، خوب کان لگا کر! کہ یہ وہ خوبصورت نکتہ، عظیم حکمت، کوچہ سلامتی اور راستہ کرامت ہے کہ جس سے کثیر زاہدانِ خشک اور اہل کشف حضرات غافل وجاہل ہیں۔ وہ اپنے زعم میں بہت محتاط ودین پرور بنتے ہیں، حالانکہ حقیقۃً مغزِ حکمت اور مقصودِ شریعت سے بہت دور ہیں۔

خبردار اور محکم گیر! ان چند سطروں میں علمِ کثیر پوشیدہ ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے اور اسی کی جانب لوٹنا ہے۔

☆قال الامام حجة الاسلام حكيم الامة كاشف الغمة ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رضی الله عنه فی الاحياء المبارك اقول ليس له ان يسأله بل ان كان يتورع فليتلطف فی الترك وان كان لابد له فليأكل بغير سؤال اذا السوال ايذاء وهتك ستر وايحاش وهو حرام بلاشك فان قلت لعله لايتأذى فاقول لعله يتأذى فانت تسأل حذرا من لعل فان قنعت بلعل فلعل ما له حلال والغالب على الناس الاستيحاش بالتفتيش

marfat.com

ولایجوز له ان یسأل عن غیره من حیث لایدری هو ففیه اساءة ظن وهتك ستر وفیه تجسس وفیه تسبیب للغیبة وان لم یکن ذلك صریحا وکل ذلك منهی عنه فی ایة واحدة وکم من زاهد جاهل یوحش القلوب فی التفتیش ویتکلم بالکلام الخشن المؤذی وانما یحسن الشیطان ذلك عنده طلبا للشهرة باکل الحلال ولوکان باعثه محض الدین لکان خوفه علی قلب مسلم ان یتأذی اشد من خوفه علی بطنه ان یدخله مالایدری وهو غیر مؤاخذ بما لایدری اذا لم یکن ثم علامة توجب الاجتناب فلیعلم ان طریق الورع الترك دون التجسس واذا لم یکن بد من الاکل فالورع الاکل واحسان الظن هذا هو المألوف من الصحابة رضی الله تعالی عنهم ومن زاد علیهم فی الورع فهو ضال مبتدع ولیس بمتبع اه ملخصا

حجۃ الاسلام، حکیم الامہ، کاشف الغمہ امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی رضی اللہ عنہ نے احیاء العلوم شریف میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں (جس کو دعوت دی گئی) اس کے لئے جائز نہیں کہ اس (داعی) سے سوال کرے بلکہ اگر وہ تقوی اختیار کرنا چاہتا ہے تو نرمی کے ساتھ چھوڑ دے اور اگر (دعوت میں) جانا ضروری ہو تو پوچھے بغیر کھائے کیونکہ سوال کرنے میں ایذاء رسانی، پردہ دری اور وحشت پیدا کرنا ہے اور یہ بلاشبہ حرام ہے۔ اگر تم کہو کہ شاید اسے ایذا نہ پہنچے تو میں کہوں گا شاید اسے تکلیف پہنچے اور تم لفظ "**لعل**" (شاید) سے بچنے کے لئے سوال کرتے ہو اگر تم "**لعل**" پر قناعت کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ممکن ہے اس کا مال حلال ہو (یعنی اس کو حرام نہ سمجھتے) اور غالب بات یہ

marfat.com

ہے کہ تفتیش سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے اور جب وہ جانتا ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے سے سوال کرے کیونکہ اس میں ایذاء رسانی ہے زیادہ ہے اور اگر یوں پوچھتا ہے کہ اسے معلوم نہیں تو اس میں بدگمانی اور پردہ داری ہے نیز اس میں تجسس ہے جو غیبت کا باعث بنتا ہے۔ اگر چہ یہ صریح نہ ہو اور یہ تمام باتیں ایک آیت (حجرات ۱۲) میں ممنوع قرار دی گئیں ہیں اور کتنے ہی جاہل زاہد ہیں جو تفتیش کے ذریعے دلوں میں وحشت پیدا کرتے ہیں اور نہایت سخت اور ایذاء رساں کلام کرتے ہیں درحقیقت شیطان اس کی نظروں میں اچھا قرار دیتا ہے تا کہ وہ حلال خور مشہور ہو اور اگر اس کا باعث محض دین ہو تو پھر مسلمانوں کے دل کو اذیت پہنچانے کا خوف ایسی چیز کو پیٹ میں داخل کرنے کے خوف سے زیادہ ہے جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کیونکہ جس بات کو وہ نہیں جانتا اس پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ جب وہاں ایسی علامت نہ ہو جس کی وجہ سے اجتناب لازم ہوتا ہے تو جان لو پرہیز گاری ترکِ سوال میں ہے تجسس میں نہیں اور اگر کھانا ضروری ہو تو کھانے اور اچھا گمان کرنے میں پرہیز گاری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو یہی طریقہ پسند ہے اور جو شخص پرہیز گاری کے سلسلے میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے مطیع نہیں ہے۔ تلخیص

﴿احیاء العلوم۔ الباب الثالث فی البحث والسؤال المثار الاول﴾

☆وفيه قال الحارث المحاسبى رحمه الله تعالىٰ لو كان له صديق اواخ وهو يأمن غضبه لو سأله فلا ينبغى ان يسأله لاجل الورع لانه ربما يبدوله ماكان مستور عنه فيكون قد حمله على هتك الستر ثم يؤدى ذلك الى البغضا وان رابه منه شئى ايضا لم

marfat.com

يسأله ويظن به انه يطعمه من الطيب ويجنبه الخبيث فان كان لايطمئن قلبه اليه فليحترز متلطفا ولايهتك ستره بالسؤال لانی لم اراحدا من العلماء فعله اھ ملخصا

اور اسی سلسلے میں حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا دوست یا بھائی ہو اور سوال کرنے میں اس کی ناراضگی کا ڈر نہ ہو تو بھی پرہیزگاری کے حصول کے لئے سؤال کرنا مناسب نہیں کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ بات ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ پس وہ اسے پردہ دری پر برانگیختہ کرے گی پھر دشمنی تک پہنچائے گی اور اگر اسے اس میں کچھ شک ہو تب بھی سوال نہ کرے بلکہ اس کے بارے میں یہی گمان رکھے کہ وہ اسے پاکیزہ چیزیں کھلاتا اور خبیث چیزوں سے دور رکھتا ہے۔ اگر اس پر اس کا دل مطمئن نہ ہو تو نہایت نرم طریقے سے کنارہ کش ہو جائے لیکن سوال کرکے اس کی پردہ دری نہ کرے کیونکہ میں نے کسی عالم کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ تلخیص

﴿احیاء العلوم۔ الباب الثالث فی البحث والسؤال الشار الثانی﴾

☆وفی الطريقة والحديقة مالايدرك كله وهو الاحتراز عن الشبهات كلها فی جميع المعاملات لايترك كله فالاولی والاحوط الاحتراز مما فيه امارة ظاهرة للحرمة وهی الشبهة القوية وممن له شهرة تامة بالظلم والغصب او السرقة او الخيانة او التزوير او نحوها من الربو والمسك فی الاموال وقطع الطريق مما يمكن الاحتراز عنه من غير ترك ما فعله اولی منه ای من تركه

marfat.com

اوفعل ماترکه کذلك ای اولی من فعله وهذا احتراز عما اذاترتب علی اجتنابه عن اموال من ذکر و ترك الاحترام لهم اذا کانوا مما یجب احترامهم اوینبغی له کالسلاطین الحکام وقضاة الشرع والابوین والاستاذ والمعلم والکبیر فی السن وشیخ المحلة والصدیق ولاینبغی بل لایجوز اساء ة الظن بهم ومتی ادی ذلك الی شئی من هذا لم یکن الاولی ولاالاحتیاط الاحتراز عن تلك الشبهات لما یعارضها من ترك الاحترام او اساء ة الظن بمن یجب او ینبغی احترامه ولایحسن اساء ة الظن به وهذا من اصعب الامور یرید المستحب فیقع فی الحرام اھ ملخصا

اور طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جس چیز کو مکمل طور پر نہ پایا جا سکے اور وہ تمام معاملات میں ہر قسم کے شبہے سے بچنا ہے تو سب کو نہ چھوڑا جائے۔پس زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں سے احتراز کیا جائے جن میں حرمت کی نشانی واضح ہے اور وہ قوی شبہہ ہے اور اسی طرح اس سے بھی اجتناب کیا جائے جو ظلم، غصب، چوری، خیانت اور دھوکا دہی وغیرہ مثلاً سود کھانے، مالی نقصان پہنچانے اور ڈاکہ زنی میں مشہور ہو یہ وہ چیزیں ہیں کہ اولی کو چھوڑے بغیر بھی ان سے اجتناب ممکن ہے، مراد یہ ہے کہ اس پر عمل اسے چھوڑنے سے اولی ہے اسی طرح جس چیز کا چھوڑنا اسے بجالانے سے بہتر ہے اسے کئے بغیر بھی ان چیزوں سے اجتناب ہوسکتا ہے۔یہ بات کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ان کے مال سے بچنے کی بناء پر ان کے احترام کو چھوڑنا لازم آتا ہے یہ اس بات سے احتراز ہے کہ جب وہ ایسے لوگ ہوں جن کا

marfat.com

احترام واجب یا مناسب ہے جیسے بادشاہ، حکام، قاضی شرع، ماں باپ، استاذ، معلم عمر رسیدہ، محلہ کے بزرگ اور دوست تو ان کے بارے میں بدگمانی نامناسب بلکہ ناجائز ہے اور جب یہ بات (ان کی دعوت سے احتراز) ایسی بات کی طرف پہنچائے تو ان شبہات سے بچنا نہ تو اولیٰ ہے اور نہ ہی زیادہ محتاط، کیونکہ اس صورت میں ان لوگوں کا احترام چھوڑنا پڑتا ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے جن کا احترام واجب یا مناسب ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی (جائز) نہیں یہ نہایت مشکل کام ہے، وہ مستحب کا ارادہ کرتے کرتے حرام میں پڑ جائے گا۔ تلخیص

﴿الحدیقۃ الندیۃ۔ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوضائف﴾

☆اقول وهو كما ترى صريح او كالصريح فى ترك السؤال ولوكان اكثر ماله من الحرام فانه ذكر المشهورين بالسرقة وقطع الطريق والغصب والربو ولم يفصل مطلقا اما الامام حجة الاسلام فجنح عند كثرة الحرام الى ايجاب السؤال وقال انما اوجبنا السؤال اذا تحقق ان اكثر ماله حرام وعند ذلك الى يبالى بغصب مثله بل يجب ايذاء الظالم باكثر من ذلك الغالب ان مثل هذا لايغضب من السؤال

میں کہتا ہوں کہ یہ ترکِ سوال میں صریح یا صریح کی طرح ہے جیسا کہ دیکھ رہے ہو اور اگر اس کا مال زیادہ مالِ حرام (کی کمائی) سے ہو تو وہ چوری ڈاکے، غصب اور سود میں مشہور لوگوں کا ذکر کرے لیکن تفصیل سے مطلقاً نہ جائے۔ امام حجۃ الاسلام کا میلان حرام مال زیادہ ہونے کی صورت میں وجوبِ سوال کی طرف ہے۔ انہوں نے

marfat.com

فرمایا ہم نے اس صورت میں سوال کرنا واجب قرار دیا ہے جب ثابت ہو جائے کہ اس کا زیادہ مال حرام ہے۔ اس حالت میں اس کے غصہ وغیرہ کی پرواہ نہ کی جائے، بلکہ ظالم کو اس سے بھی زیادہ ایذاء پہنچانا واجب ہے اور غالب یہ ہے کہ اس قسم کا آدمی ایسے سوال پر غصہ نہیں کرتا۔ ﴿احیاء العلوم۔ الباب الثالث فی البحث والسوال﴾

☆قلت ومبنى ذلك تحرمه الاكل عند من غالب ماله حرام فيدخل فى القسم الاول الذى ذكرنا انه لايبالى فيه بسخط احد ولالومة لائم وهذا وجه عند مشائخنا وبه افتى الفقيه السمرقندى وغيره وصححه فى الذخيرهوالصحيح المختار فى المذهب المعول عليه المفتى به اطلاق الرخصة مالم يعرف شيئا حراما بعينه وهو مذهب ابراهيم النخعى وابى حنيفة وتصحيح الذخيرة ترجيح محمد وابوحنيفة هو الامام الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البركلى القول وتبعناه فى ذلك لكن يظهر لى ان التورع محمود فى نفسه وقد مدح فى احاديث متواترة المعنى فصلنا جملة منها فى كتابنا المبارك ان شاء الله تعالى "مطلع القمرين فى ابانة سبقة العمرين "وانما يترك حيث يترك لاجل عارضة اقوى مالى اقول يترك كلا لايترك ولكن ح يكون الورع فى ترك مايظنه المتكشف ورعا فحيث لاتوجد العوارض كالايذاء وهتك الستر واثارة الفتنة كما وصفنا لك من شان ذاك الجرى المجاهر فلامعنى لترك الرعة ح مع وجود المقتضى وعدم

marfat.com

المانع لذا ذهبنا الى استثنائه. والله الموفق هذا وفی عین العلم والاسرار بالمساعدة فیما لم ینه عنه وصار معتادا فی عصرهم حسن وان کان بدعة اه ای حسنة او فی العادات کما یفیده التقید بما لم ینه عنه ومثله فی الاحیاء والله تعالی اعلم

میں کہتا ہوں، اس کی بنیاد یہ ہے کہ جس کا اکثر مال حرام ہو اس کے ہاں کھانا حرام ہے، یہ پہلی قسم میں داخل ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا کہ اس سلسلے میں کسی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے ۔ ہمارے مشائخ کے نزدیک یہ زیادہ مناسب ہے۔ فقیہہ سمرقندی وغیرہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، ذخرہ میں اسے صحیح قرار دیا اور قابلِ اعتماد مذہب اور مفتی بہ قول میں صحیح اور مختار بات مطلق رخصت ہے جب کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو۔ ابراہیم نخعی ،امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا یہ مذہب ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں پس ابواللیث کا فتویٰ امام ابوحنیفہ کے فتویٰ کا اور تصحیح ذخیرہ امام محمد کی ترجیح کا معارض کیسے ہوگا حالانکہ امام ابوحنیفہ جو امام اعظم ہیں، اور امام محمد ان کے مذہب کو تحریری کرنے والے ہیں اسی لئے علامہ برکلی کا قول مطلق ہے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کی اتباع کی لیکن مجھ پر ظاہر ہوا کہ ذاتی طور پر پرہیز گاری قابل تعریف ہے احادیث متواتر المعنی میں اس کی تعریف آئی ہے ہم ان میں سے کچھ (احدیث) اپنی مبارک کتاب ''مطلع القمرین فی ابانة سبقة المعمرین'' میں تفصیل سے نقل کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جہاں چھوڑا جاتا ہے وہاں کسی نہایت مضبوط عارضہ کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، مجھے کیا ہے کہ میں کہوں کہ چھوڑا جائے، ہرگز نہیں چھوڑا جائے

marfat.com

گا لیکن اس وقت پرہیز گاری اس چیز کو چھوڑنے میں ہوگی جس کو حقیقتِ حال معلوم کرنے والا پرہیز گاری خیال کرتا ہے۔ پس جہاں ایذاء رسانی، پردہ دری اور فتنہ پروری جیسے عوارض نہیں پائے جائیں گے جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے اس جر[illegible]ت مند اعلانیہ روکنے والے کی شان بیان کی وہاں پرہیز گاری چھوڑنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ وہاں اس سے (پوچھ گچھ) کا مقتضی بھی موجود ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اسی لئے ہم نے اس کے استثناء کا راستہ اپنایا ہے۔ واللہ الموفق ھذا اور ''عین العلم والاسرار بالمساعدۃ'' میں ہے کہ جس چیز سے روکا نہیں گیا اور وہ ان کے زمانے میں عادت بن گئی ہو وہ اچھی چیز ہے اگر چہ وہ بدعتِ حسنہ ہی ہو یا وہ عادات ہوں جیسا کہ ''اس سے نہ روکا گیا ہو'' کی قید سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ احیاء العلوم میں بھی اسی کی مثل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

''مقدمات پورے ہوگئے''

اب اس باب میں ضابطہ کلیہ اور شراب وہڈیوں کے حکم میں فرق بیان ہوگا۔ میں، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عرض گزار ہوں،

واضح ہو کہ حرام.. یا نجس شے کے، کسی دوسری چیز کے ساتھ ملنے کے یقین کی دو قسمیں ہیں۔

﴿1﴾ شخصی یعنی کسی ایک فردِ خاص کے بارے میں یقین مثلاً اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کسی کنویں میں نجاست گری ہے۔

﴿2﴾ نوعی یعنی وہ فرد جس قسم ونوع سے تعلق رکھتا ہے، اس پوری قسم کے بارے میں یقین۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔

marfat.com

(۱) اجمالی یعنی فقط اتنا ثابت ہو کہ اس نوع کے ساتھ نجاست کا ملاپ ہوتا ہے، نہ یہ کہ اس کے ہر ہر فرد کے بارے میں اس کا علم ہو۔ جیسے کفار کے برتن، کپڑے اور کنویں۔

(۲) کلی یعنی اس پوری نوع کے بارے میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہو کہ اس کے ساتھ نجاست کے اختلاط کا دوامی اور التزامی طور پر اہتمام کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی چیز کے بارے میں تحقیق کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ اس کی تیاری میں فلاں نجاست یا حرام شے ضرور ملائی جاتی ہے اور یہ اسی مقام پر ہوگا کہ بنانے والے کی اس نجاست کے ملانے سے کوئی غرض خاص وابستہ ہو ورنہ بلاوجہ نجاست کے ملانے کا یقین حاصل نہیں ہوسکتا۔ جیسے کسی مقام پر پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کیا جائے۔تو اب غور فرمائیں کہ یہاں حرام و ناپاک ہڈیوں کی کوئی خصوصیت نہیں، جو مقصد ان سے حاصل ہوتا ہے، وہی حلال ہڈیوں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔لھذا یوں نہیں کہہ سکتے کہ اس مقام سے حاصل شدہ پانی ضرور ناپاک ہوگا۔

اور ان اشیاء کی بھی دو قسمیں ہیں کہ جنھیں کسی کھانے پینے والی.. یا.. دیگر استعمالی اشیاء میں ملایا جاتا ہو اور ان کا ملاپ، باعثِ تردد تشویش و تفتیش و سوال، واقع ہوتا ہو۔

(1) ایک قسم تو وہ ہے کہ جس میں حلال و پاک و حرام و نجس دونوں قسم کے افراد موجود ہیں۔جیسے ہڈیاں۔

یہاں ان کے بارے میں جو تردد و وہم پیدا ہوگا وہ خود ان کی ذات کی بناء پر نہ ہوگا بلکہ استعمال کرنے والے حضرات کا بیباک و غیر محتاط ہونا باعثِ پیدائش تشویش

marfat.com

ہوگا۔ کیونکہ جب یہ معلوم ہے کہ ان ہڈیوں میں پاک وناپاک دونوں ہوسکتی ہیں اور استعمال کرنے والوں میں مادہ پرواہ واحتیاط مفقود ہے، تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ملائی گئی ہے؟... یہی وجہ ہے کہ اگر وہ کارخانہ متقی پرہیز گار حضرات کا ہو تو دل میں بالکل تشویش پیدا نہ ہوگی اور ذہن سلیم، ممانعت کی جانب نہ جائے گا۔

(2) دوسری قسم وہ ہے کہ حرام مطلق اور محض نجس ہو اور اس کا کوئی بھی فرد حلال وطاہر نہ ہو جیسے شراب۔ (اپنی تمام اقسام کے ساتھ، امام محمد کے مذہب کے مطابق۔ اسی پر فتویٰ ہے۔)

یہاں پر بچنے اور خود کو محفوظ رکھنے کا سبب خود وہ شے ہے نہ کہ بنانے والوں کی جرأت وجسارت۔ یہی وجہ ہے کہ اگر اس کارخانے والوں کا متقی پرہیز گار ہونا معلوم بھی ہو تب بھی تشویش واندیشہ دور نہیں ہوسکتا، بلکہ اس بات کو سن کر خود کارخانے والوں کی احتیاط کے بارے میں شک واقع ہوسکتا ہے۔

اسی فرق کی وجہ سے، ان دو صورتوں میں اخذ شدہ حکم میں کئی وجوہات کی بناء پر فرق واقع ہوتا ہے۔ مثلاً

پہلی صورت میں محض اس شے مثلاً ہڈیوں کے شخصی .. یا، نوعی کلی واجمالی طور پر ملائے جانے سے ''حرام ونجس شے کے ملنے کا یقین حاصل نہیں ہوتا''۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ صرف پاک اور مباح افراد ہی ملائے گئے ہوں۔

یونہی اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی حرام ونجس فرد استعمال کیا گیا ہے، تب بھی یقین نوعی اجمالی مطلقاً تیار شدہ کل شے کے حرام ونجس ہونے کو ثابت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس شے کے جس بھی فرد کو تیار کیا گیا، اس کے بارے میں یہ احتمال

marfat.com

موجود کہ شائداسے حلال و پاک فرد کے استعمال سے تیار کیا گیا ہو۔

یہی سبب ہے کہ ان ذکر کردہ صورتوں میں سے کسی بھی صورت سے تیار کردہ افراد کا بازار میں موجود ہونا، وہاں خرید وفروخت اور کھانے پینے کو ممنوع نہیں کرسکتا۔ کیونکہ کسی بھی معین چیز کے بارے میں یقینی طور پر ناپاک ہونے کا حکم نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ہم نے آٹھویں اورنویں مقدمہ میں ان تمام باتوں کی تحقیق کی ہے۔

برخلاف دوسری صورت کے کہ وہاں صرف اس کے ملائے جانے کا یقین، شخصی یا نوعی کلی ہر ایک کو حرام ونجس قرار دئے جانے کے لئے کافی ہے کہ اس کے بعد کسی کلام کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور وہ احتمالات جو سابقہ صورت میں افراد کے مختلف انواع پر مشتمل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے، یہاں قطعاً منقطع ہوں گے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اسی طرح اگر پہلی صورت میں کسی طرح یقین حاصل ہوجائے کہ تمام افراد یا کل نوع میں ملاوٹِ حرام ونجس کی جاتی ہے تو اب وہ صورت بھی صورتِ ثانیہ کی مثل ہوجائے گی۔

☆لانتفاء التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمة والنجسة وهی لاتتنوع الی محذور وغیرمحذور

کیونکہ افراد میں تنوع کی نفی ہے پس یقین خاص حرام وناپاک افراد سے متعلق ہوگا اور وہ ممنوع وغیر ممنوع میں تقسیم نہیں ہوتا۔

البتہ اگر اس صورت میں پوری نوع میں ملاوٹ کا کلی یقین نہ ہو بلکہ اجمالی ہو تو اب وہ اپنی پہلی حالت پر قائم رہے گی کیونکہ جب تک کل میں ملاوٹ کے اہتمام

marfat.com

کا یقین حاصل نہ ہو، اس کے ہر فرد میں نجس سے محفوظی کا احتمال موجود رہے گا۔ ہاں اگر کسی فرد مخصوص کے بارے میں یہ یقین حاصل ہو جائے تو اب یہ یقین، یقین شخصی میں تبدیل ہو جائے گا اور اس فرد معین پر ناپاکی کا حکم لگانا درست ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ پہلی صورت میں کسی قسم کا یقین کام نہ دے گا جب تک کہ وہ صورت، دوسری صورت میں تبدیل نہ ہو جائے.. اور.. دوسری صورت میں ہر قسم کا یقین کام دے گا۔ مگر نوعی اجمالی یقین، ممانعت کو ثابت نہیں کر سکتا جب تک کہ یقین شخصی کی جانب مائل نہ ہو۔

یہ نفیس ضابطہ قابل حفظ ہے اور شائد اس رسالے کے علاہ کہیں اور دستیاب نہ ہو۔ اگر چہ جو کچھ ہے علماء کرام کے کلمات سے ہی اخذ شدہ اور انہی کی محنتوں کا صدقہ ہے۔ والحمدللہ رب العلمین۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اب سوال کے جواب کی ابتداء کی جاتی ہے۔

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابل غور ہے اور اس جانب توجہ کرنا واجب ہے۔ اب مقدمہ نمبر 4 اور 5 کی پوری تفصیل پیش نظر رکھ کر غور کرنا ہوگا۔ چنانچہ

اگر یہ خبر محض بازاری افواہ ہے.. یا.. بعد تحقیق معلوم ہو کہ اس کی ابتداء کرنے والا کوئی مشرک و کافر تھا، تو اب اس خبر کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں اس کی دوسری صورت میں اگر ان کا سچا ہونا دل پر جمے تو احتیاط بہتر، تاہم اگر استعمال کریں تو گناہ نہیں اور اگر دل پر جمنے والا معاملہ نہ ہو تو پھر اصلا پرواہ نہیں۔

marfat.com

اور اگر ثابت ہو کہ اس کی ابتداء، کسی فاسق بے عمل یا پوشیدہ حال والے سے ہوئی ہے تو اب دل کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

اگر دل ان کے جھوٹ کی جانب جھکتا نظر آئے تو استعمال میں کچھ حرج نہیں، مگر بچنا افضل ہے کہ آخر ہیں تو مسلمان، ہو سکتا ہے کہ سچ ہی کہہ رہے ہوں۔ خصوصاً وہ شخص کہ جس کا حال پوشیدہ ہے، کیونکہ اگر اس کا عادل ہونا معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں۔

اور اگر دل ان کے سچا ہونے پر گواہی دے تو بے شک بچنا چاہئے کہ ایسے مقام پر غور و تفکر، ایک شرعی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر چہ اگر فقط خبر کو دیکھا جائے تو اس میں شرعی حجت بننے کی صلاحیت نہ تھی۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہاں جو ممانعت ثابت ہوگی، اس کا درجہ قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہونے والی حرمت سے کم ہوگا۔

☆لان التحری محتمل للخطاء کما فی الهداية والظنون ربما تكذب كما الحديث

کیونکہ سوچ بچار میں خطاء کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور گمان بعض اوقات جھوٹے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اور وہ بھی اس شخص کے حق میں حجت شرعیہ ہے کہ جس کا دل ان کے صدق کی جانب جائے۔

☆فان شهادة قلبك ليست حجة الا عليك وذلك فی القاطع كالوجدان فكيف بالظنون

marfat.com

کیونکہ تمہارے دل کی گواہی تو تمہارے خلاف ہی جائے گی اور وہ قطعی چیز وجدان کی طرح ہے تو گمان کی صورت میں کیا کیفیت ہوگی۔

چنانچہ اگر کسی دوسرے مسلمان کا دل ان کے کذب کی جانب مائل ہو تو اس کے حق میں وہی پہلا حکم ہوگا کہ بچنا بہتر اور کرنا جائز۔

☆فی صلاۃ رد المحتار استفید مما ذکر انه بعد العجز عن الادلة المارة علیه ان یتحری ولایقلد مثله لان المجتهد لایقلد مجتهدا

ردالمحتار میں نماز کی بحث میں ہے مذکورہ کلام سے مستفید ہوا کہ گزشتہ دلائل سے عجز کے بعد اس پر لازم ہے کہ غور وفکر کرے اور اپنے جیسے کی تقلید نہ کرے کیونکہ مجتہد، مجتہد کی تقلید نہیں کرتا۔ الخ ﴿ردالمحتار۔ مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنه﴾

ہاں اگر خبر دینے والے ایک ایسی جماعتِ کثیرہ پر مشتمل ہوں کہ عقل، ان کے جھوٹ پر متفق ہوجانے کو جائز قرار نہ دے[1] تو بے شک بغیر کسی قید کے حرمتِ قطعی کا حکم لگایا جائے گا اور اس کے علاوہ کسی اور امر کا لحاظ نہ کریں گے، اگرچہ وہ سب خبر دینے والے، فاسق وفاجر بلکہ مشرکین وکفار ہی کیوں نہ ہوں۔

☆فان العدالة بل والاسلام ایضا لایشترط فی التواتر عند الجمهور خلافا للامام فخر الاسلام علی ما اشتهر مع ان کلامه قدس سره ایضا غیر نص فی الاشتراط کما افاده المولی بحر العلوم فی الفواتح والله اعلم

1۔ ایسی خبر کو خبر متواتر کہتے ہیں۔

marfat.com

☆ کیونکہ جمہور کے نزدیک تواتر میں عدالت بلکہ اسلام کی شرط بھی نہیں البتہ اس میں امام فخر الاسلام کا اختلاف ہے جیسا کہ مشہور ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام بھی شرط رکھنے میں صریح نہیں، جیسا کہ بحر العلوم نے فواتح میں اس بات کا فائدہ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اسی طرح اگر خبر کی ابتداء کسی مسلمان عادل و متقی سے ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ ایک ہی ہو جب بھی بچنا واجب اور برف حرام و نجس ہوگی۔

☆فان فی الدیانات لایشترط العدد ویقبل خبر الواحد العدل بلا تردد۔

کیونکہ دیانتوں میں گنتی شرط نہیں اور ایک عادل آدمی کی خبر کسی تردد کے بغیر قبول کی جاتی ہے۔

مگر اس مسلمان کی خبر بھی اس وقت معتبر ہوگی کہ جب خود دیکھ کر خبر دے رہا ہو، کیونکہ اگر کسی سے سن کر کہہ رہا ہے تو یہ اس کا اپنا قول نہیں بلکہ کسی اور کا قول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اکابر علماء نے فارسی ریشم کے بارے میں لکھا کہ اس میں پیشاب ملایا جاتا ہے تو امام علامہ ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا، اگر اس بات کی تحقیق ہو جائے تو اس کپڑے میں نماز ناجائز ہوگی۔ یعنی چونکہ ناجائز لکھنے والے علماء کا خود اپنا مشاہدہ نہ تھا لھذا معاملے کو تحقیق طلب رکھا گیا۔

☆فی البدائع ثم الحلیة بعد ذکر مانقلنا عنهما فی المقدمة الثامنة فان صح انهم یفعلون ذلك فلا شك انه لاتجوز الصلاة معه۔

بدائع پھر حلیہ میں اس کے بعد جس کو ہم نے ان دونوں سے آٹھویں مقدمہ

marfat.com

میں نقل کیا ہے کہا ہے کہ، ''اگر صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ وہ ایسا کرتے ہیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ نماز جائز نہیں۔ (انتہی)

﴿بدائع الصنائع۔ فصل فی بیان مقدار ما یصیر بہ المحل نجسا﴾

☆و فی رد المحتار علی ما اثرنا عن الدرالمختار ثمه ان کان کذلك لا شك انه نجس تاتار خانیة.

اور ردالمحتار میں اس بات پر جو ہم نے وہاں درمختار سے نقل کی ہے، یہ ہے کہ اگر اسی طرح سے تو اس کے نجس ہونے میں کوئی شک نہیں۔ تاتارخانیہ اھ۔

﴿ردالمحتار۔ قبیل کتاب الصلوۃ﴾

پھر اس جماعتِ کثیرہ کی خبر کو معتبر اس صورت میں مانا جائے گا کہ وہ خاص اپنے دیکھنے کے بعد بیان کریں۔ یوں نہ ہو کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں، مگر جس سے بھی پوچھئے یہی کہتا ہے کہ میں نے کسی سے سنا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اصل خبر دینے والے کے بارے میں معلوم نہیں، چنانچہ یہ خبر بازاری افواہ کی مثل ہوئی اور اب اس کا اعتبار اس کی ابتداء کرنے والے پر موقوف ہوگا، درمیان میں موجود تمام لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں۔

یہ مذکورہ نکتہ بھی یاد رکھنے کا ہے، کیونکہ اکثر اس قسم کی خبریں عوام اور کم علم حضرات کے نزدیک متواترات میں سے ہوتی ہیں، حالانکہ تحقیق کی جائے تو ان میں تواتر کی بو بھی نہیں۔

☆قال المولی الناصح سیدی عبدالغنی قدس سره فی مبحث آفة الرقص من شرح الطریقة اما خبر التواتر من الناس

marfat.com

لبعضهم بعضا بذلك فهو ممنوع لاستناد الكل فيه الى الظن والتوهم والتخمين واستفادة الخبر من بعضهم لبعض بحيث لوسألت كل واحد منهم عن روية ذلك ومعاينية لقال لم اعانيه وانما سمعت ومن قال عاينيته تستكشف عن حاله فتراه مستندا الى ظنون وامارات وهمية وعلامات ظنية وربما اذ تأملت وتفحصت وجدت خبر ذلك التواتر الذى تزعمه كله مستندا فى الاصل الى خبر واحد او اثنين الى اخر ماطال واطاب رحمه الله تعالى

نصیحت کرنے والے ہمارے سردار مولانا عبدالغنی قدس سرہ نے الطریقۃ المحمدیۃ کی شرح میں رقص کی مصیبت ذکر کرتے ہوئے فرمایا لوگوں کی اس بارے میں خبر کو متواتر قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ تمام ظن، وہم، اور اندازے کی طرف منسوب ہیں۔ اور یہی حال اس خبر کے مستفید ہونے کا ہے کہ اگر تم ان میں سے ہر ایک سے اس کے دیکھنے کے بارے میں پوچھو تو کہے گا میں نے اسے نہیں دیکھا، میں نے تو سنا ہے اور جو کہے کہ میں نے دیکھا ہے اس کا حال معلوم کرو تو دیکھو گے کہ وہ محض گمان، وہی نشانیوں اور ظنی علامتوں کی طرف نسبت کرے گا اور جب تم غور وفکر کرو گے تو جسے تم تواتر سمجھتے ہو اس کو ایک یا دو شخصوں کی طرف منسوب پاؤ گے۔ آخر تک جو آپ نے طویل بحث فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب شرعی لحاظ سے معتبر خبر سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس برف کی ترکیب کا جز ہے تو اب برف کی حرمت ونجاست میں کوئی شک نہیں اور

marfat.com

اس کے ہر ہر فرد کا استعمال ممنوع اور اس سے بچنا واجب ہوگا۔ اور کسی خاص فرد کے بارے میں یہ احتمال کہ شائد اس میں شراب نہ ملائی گئی ہو بیکار اور قابل ترک ہے۔ کیونکہ یہ بنفسہ ممنوعہ شے میں یقین نوعی کلی ہے اور ایسی جگہ مذکورہ قسم کے احتمالات یک لخت ساقط اور غیر کافی ہوتے ہیں۔ اس کے لئے ضابطہ کلیہ اور مقدمہ نمبر 8 کی تقریر ملاحظہ فرمائیے۔

یہاں تک کہ ایسی شے کا دواؤں میں استعمال بھی ناجائز ہے۔ ہاں فقط اس صورت میں جائز رکھا جائے گا اس کے علاوہ اور کوئی دوا نہ ہو اور یقین کامل ہو کہ اس سے قطعاً شفاء حاصل ہو جائے گی، بالکل اس طرح جیسے سخت ترین مجبوری کی حالت میں پیاسے کو شراب پینا یا بھوکے کو مردار کا گوشت کھانا۔ اس مقام پر شریعت نے شراب پینا، مردار کھانا جائز رکھا کیونکہ ان کے استعمال کی بناء پر بھوک و پیاس کا دور ہو جانا یقینی ہے۔

چنانچہ دوا میں ایسی اشیاء کے استعمال کے جواز کے لئے میں بھی اسی یقین کامل کی ضرورت ہوئی نہ کہ فقط حکیموں کا قول۔ کیونکہ اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں، بارہا دیکھا گیا ہے کہ نسخے تجویز کئے جاتے ہیں اور ان کے ''مریض کی طبیعت کے موافق آنے'' پر یقین کلی بھی ہوتا ہے، لیکن ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات تو بجائے فائدے کے نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اور دواؤں کی ڈکشنری کے کارنامے کون نہیں جانتا، یہاں تک کہ مثل مشہور ہوگئی کہ اکذب من قرابادین الاطباء یعنی فلاں شخص حکیموں کی دواؤں کی ڈکشنری سے زیادہ جھوٹا ہے۔

اور اس بارے میں خاص طور پر ڈاکٹروں کا قول تو بدرجہ اولیٰ قابل قبول نہیں

marfat.com

کہ نہ انہیں دین اسلام کے حلال وحرام کی پرواہ ہے اور نہ اس ملک کے رہنے والوں کے مزاج، ان کی طبیعتوں، علاج کے طریقوں، سببِ مرض تلاش کرنے میں باریک بینی اور علامات کی تحقیق میں مہارت کامل حاصل۔

☆وهذا الذى اخترناه فى مسئلة التداوى بالمحرم هو الصواب الواضح الذى به يحصل التوفيق وارتضاه ائمة النقد والتحقيق قال فى رد المحتار قوله اختلف فى التداوى بالمحرم ففى النهاية عن الذخيرة يجوز ان علم فيه شفاء ولم يعلم دواء اخر وفى الخانية فى معنى قوله عليه الصلاة والسلامْ ان الله لم يجعل شفاء كم فيما حرم عليكم كما رواه البخارى ان مافيه شفاء لابأس به كما يحل الخمر للعطشان فى الضرورة وكذا اختاره صاحب الهداية فى التجنيس اه من البحر

حرام چیز کے ساتھ علاج کے مسئلہ میں ہم نے اس بات کو اختیار کیا ہے یہی بہتر اور واضح ہے جس کے ساتھ توفیق حاصل ہوتی ہے۔ تنقید وتحقیق کے ائمہ نے بھی اس پسند کیا ہے۔ ردالمحتار میں فرمایا''اس (درمختار) کا قول کہ حرام چیز سے علاج کرنے میں اختلاف ہے تو نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اسے اس میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو۔ اور خانیہ میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی''اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمہارے لئے شفاء نہیں رکھی جسے تم پر حرام قرار دیا ہو۔'' جیسا کہ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس چیز میں شفاء ہو اس (کے استعمال) میں حرج نہیں جیسا کہ ضرورت کے وقت

marfat.com

پیاسے کے لئے شراب حلال ہے۔صاحبِ ھدایہ نے تجنیس میں اسے پسند کیا ہے۔

﴿البحر الرائق﴾

☆وافاد سيدى عبدالغنى انه لايظهر الاختلاف فى كلامهم لاتفاقهم على الجواز للضرورة واشتراط صاحب النهاية العلم لاينافيه اشتراط من بعده الشفاء ولذا قال والدى فى شرح الدرر ان قوله لا للتداوى محمول على المظنون والا فجوازه باليقينى اتفاقى كما صرح به فى المصفى اه

اور سیدی عبدالغنی (نابلسی) رحمہ اللہ نے بتایا کہ ان (فقہاء) کے کلام میں اختلاف ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ ضرورت کے تحت جواز پر سب کا اتفاق ہے اور صاحب نہایہ نے جو علم کی شرط لگائی ہے بعد والوں کا شفاء کی قید لگانا اس کے منافی نہیں اسی لئے میرے والد ماجد نے الدرر کی شرح میں فرمایا کہ اس کے قول "نہ دوائی کے لئے" حالتِ ظن پر محمول ہے ورنہ یقینی صورت میں اس کا جواز متفق علیہ ہے جیسا کہ المصفے میں اس کی تصریح ہے۔انتہی

☆اقول وهو ظاهر موافق لم مر فى الاستدلال لقول الامام لكن قد علمت ان قول الاطباء لايحصل به العلم والظاهر ان التجربة يحصل بها غلبة الظن دون اليقين الاان يريدوا بالعلم غلبة الظن وهو شائع فى كلامهم تأمل اه مافى رد المحتار مع بعض اختصار۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ظاہر ہے اور امام صاحب کے قول کا جو استدلال گزر چکا

marfat.com

ہے اس کے موافق ہے لیکن تم جانتے ہو کہ اطباء کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ تجربہ سے محض غالب گمان حاصل ہوتا ہے یقین نہیں مگر یہ کہ وہ علم سے غالب گمان مراد لیں اور یہ بات ان کے کلام میں عام ہے اس پر غور کرو۔اھ اختصاراز ردالمحتار

☆اقول اما ماذکرمن امر التجارب فللعبد الضعیف ھھنا تنقیح شریف واریدان احقق المسئلة فی بعض رسائلی ان یسر المولی سبحانه وتعالی واما عزوہ الحدیث للبخاری فلم ارہ فی البحر ولافی الخانیة وانما رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند صحیح علی اصول الحنفیة نعم رأیته فی اشربة الجامع الصحیح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنهم من قوله تعلیقا فلیتنبه واللہ تعالی اعلم

میں کہتا ہوں کہ وہ جو تجربات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں یہاں بندۂ ضعیف کی قابلِ قدر تنقیح ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعض رسائل میں مسئلہ کی تحقیق کروں اگر اللہ تعالیٰ اسے میرے لئے آسان کردے۔ باقی انہوں نے جو حدیث امام بخاری کی طرف منسوب کی ہے میں نے اسے بحرالرائق اور خانیہ میں نہیں دیکھا۔اسے طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حنفی قواعد کے مطابق روایت کیا ہے۔ ہاں اسے میں نے صحیح بخاری کے کتاب الاشربہ کے باب ''شرب الحلواء والعسل''میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے تعلیقا مروی دیکھا ہے۔پس اس پر آگاہ ہو جاؤ۔واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

اور اگر ایسی خبر سے ثبوتِ ملاوٹ نہیں تو اس کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ حکم تقوی کے تحت اور شبہات سے بچنے کی خاطر، استعمال سے بچے۔ مگر اس صورت میں بھی بغیر دلیل شرعی کے حرام ونجس کا حکم لگانا ہرگز جائز نہیں۔

اس بات کا کچھ بیان گزر چکا اور کچھ رسالے کے اختتام پر دوبارہ آئے گا۔

یہ تو اصل حکم فقہی ہے۔ اگر موجودہ برف والے مسئلے کو لیجئے تو اس میں شراب ملائے جانے والی خبر کی حقیقت پائے ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ کیونکہ منجمد کئے جانے والے پانی میں شراب کے ملائے جانے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ لھذا اس برف کے لئے حکم جواز ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی رقیق ہوتی ہیں، جنہیں ٹنچر کہا جاتا ہے، ان سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے۔ وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی۔ نہ ان کا کھانا حلال، نہ بدن پر لگانا، نہ خریدنا حلال، نہ بیچنا جائز۔

☆کما حققناه فی فتاونا ان اسبارتو وهی روح النبیذ خمر قطعا بل من اخبث الخمور فهی حرام ورجس نجس نجاسة غلیظة کالبول وما استروح به بعض الجهلة المتسمین بالعلم من کبراء اراکین الندوة المخذولة فمن اخبث القول نسأل الله العصمة فی کل حرکة وکلمة

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے کہ اسپرٹ نبیذ کی روح اور قطعی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے ناپاک ہے اور نجاستِ غلیظہ ہے۔ ندوہ کے ذلیل ورسواء اراکین نے

marfat.com

جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں جس بات سے راحت حاصل کی وہ نہایت خبیث قول ہے ہم بارگاہِ خداوندی میں ہر حرکت اور قول کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔

مسلمان ہماری نصیحت اور تحقیق کو خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں اور نجاستوں سے بچنے کی کوشش کریں۔ اس کی آفت اس وقت اور سخت ہوگی کہ جب اس قسم کے علاج کے دوران موت آ جائے اور انسان اس حال میں مرے کہ معاذ اللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو۔ دونوں جہانوں کا پروردگار اس سے محفوظ فرمائے۔ امین

اسی طرح بے شک مسئولہ شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی ہے کہ جس میں انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر

اولاً اس بات پر غور واجب ہے کہ کیا شکر کو ہڈیوں سے صاف کرتے وقت فقط اتنا ہوتا ہے کہ یہ شکر ان ہڈیوں پر سے گزاری جاتی ہے، بغیر اس کے کہ ہڈیوں کے اجزاء شکر میں رہ جاتے ہوں، جس طرح کہ پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں میں سے قطرہ قطرہ گزار کر صاف کیا جاتا ہے کہ برتن میں فقط شفاف پانی جمع ہوتا ہے، اور کوئلہ وہڈی کا کوئی بھی جز اس میں شریک نہیں ہونے پاتا؟.... اگر معاملہ یوں ہی ہو تو شکر کی حلت کو ثابت کرنے کے لئے فقط ہڈیوں کی طہارت درکار ہے، اگر چہ ان ہڈیوں کا کھانا حلال نہ ہو، اگر چہ وہ ایسے جانوروں کی ہوں کہ جن کا کھانا حرام ہے۔

☆کما لایخفی علی عاقل وذلك لانه لم یختلط بالحرام فیتمحض فی الاکل والمرور علی طاهر ولو حراما لایورث منعا

marfat.com

جیسا کہ یہ کسی بھی عقل مند پر مخفی نہیں اور یہ اس لئے کہ اس میں حرام کی آمیزش نہیں پس اس کا کھانا واضح ہے اور پاک چیز پر گرنے سے اگرچہ وہ حرام ہو ممانعت لازم نہیں آتی۔

اور شکر کو ان ہڈیوں پر سے گزارنے کی صورت میں بظاہر یوں ہی لگتا ہے کہ سوراخوں کو تنگ کر کے رس کو قطرہ قطرہ گزارتے ہوں گے، کیونکہ کثافت وگندگی کو دور کرنے کی بظاہر یہی صورت سمجھ میں آتی ہے۔ ورنہ صرف ہڈیوں پر سے رس کا بہا دینا غالباً صفائی کا فائدہ نہ دے گا۔ اگر یہی قطرات والی صورت ہے تو اب ہڈیوں کے ناپاک ہونے کی صورت میں رس کا ناپاک ہونا اور شکر کا حرام ہونا بالکل واضح ہے اور اگر ہڈیاں پاک ہیں.. یا.. بہاؤ والی صورت سے پاک کیا جاتا ہے تو بلا شک وشبہ شکر اور رس طیب وحلال ہے۔

اور اگر صورت یوں ہو کہ ہڈیوں کو پیس کر رس میں ملایا جاتا ہے اور اس کے اجزاء رس میں اس طرح شامل ہو جاتے ہیں کہ امتیاز کرنا ممکن نہیں رہتا، تو اب شکر کی حلت کے لئے ہڈیوں کا حلال ہونا بھی لازم وضروری ہے۔

اور اس صورت میں ہڈیوں کا فقط طاہر ہونا کافی نہیں، کیونکہ اگر یہ ہڈیاں ایسے جانوروں کی ہوں کہ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا.. یا.. مردار کی ہوں تو اس صورت میں شکر کھاتے ہوئے ان کے اجزاء بھی "اختلاط اور عدم امتیاز کی بناء پر" کھانے میں آئیں گے اور جب ان کا کھانا حرام ہے، چاہے یہ پاک وطاہر ہوں۔ تو ان کی وجہ سے شکر کا کھانا بھی حرام ہو جائے گا۔[1]

[1]۔ یہ پہلے بیان ہو چکا کہ کسی چیز کا پاک ہونا اور بات ہے اور حلال ہونا کچھ اور۔

marfat.com

فی الدرمختار وغیرہ من الاسفار لو تفتت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لاشربہ لحرمۃ لحمہ۔اھ۔درمختار وغیرہ بڑی کتب میں ہے کہ اگر پانی میں مینڈک وغیرہ پھول جائیں تو اس سے وضو جائز ہوگا لیکن مینڈک کے گوشت کے حرام ہونے کی بناء پر اس سے پینا جائز نہ ہوگا۔

(درمختار۔باب المیاہ)

روسری شکر کا جس بھی طریقے سے بنے ،اس کے احکام ہماری اس تفصیل سے ظاہر ہو جائیں گے اور ہڈیوں کی طہارت ونجاست وحلت وحرمت کا حکم تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے۔مقدمہ نمبر(1) ملاحظہ فرمائیے۔

ثانیاً کیسی بھی صورت ہو فقط خیالات کی بناء پر روسری شکر کو نجس وحرام کہہ دینا صحیح نہیں، بلکہ جب تک کوئی خاص صورت معلوم نہ ہو، طہارت وحلت کا حکم ہی دیا جائے گا۔کیونکہ فقط اتنی معلومات کی وجہ سے تمام افراد کی حرمت ونجاست کا یقین نہیں، بلکہ یہ صرف ظنون وخیالات ہیں، جنھیں شریعت، قابل اعتبار نہیں مانتی۔دیکھئے مقدمہ نمبر(2)۔

یہ تسلیم ہے کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں، یہ بھی مانا کہ انہیں نجس وطاہر وحلال وحرام کی بالکل پرواہ نہیں، یہ بھی مان لیتے ہیں کہ ان ہڈیوں میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ جن کے مل جانے سے شے حرام ونجس ہو جاتی ہے۔مگر غور کیجئے کہ

☆ تمام ہڈیاں تو ایسی نہیں، بلکہ طیب وحلال بھی بکثرت ہیں۔

☆ پھر یہ بھی ثابت نہیں کہ بنانے والے خاص ایسے ہی طریقے سے صاف کرنے کا اہتمام کرتے ہیں کہ جس کے باعث شکر حرام ونجس ہو جاتی ہے۔

marfat.com

☆اور نہ ہی حرام وناپاک ہڈیوں میں کچھ ایسی خصوصیت ہے کہ معاملۂ صفائی میں انہیں زیادہ دخل ہو، جس کے سبب وہ لوگ فقط انہی کو اختیار کریں۔

اور جب ان میں سے کچھ بھی نہیں تو فقط اتنی بات پر یقین کامل حاصل ہوا کہ اس شکر کو ہڈیوں سے صاف کیا جاتا ہے۔ اب یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہڈیاں طاہر وحلال ہوں۔

دیکھئے اگر کسی جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ہوا ملے، اس کے کنارے پر جانوروں کے قدموں کے نشانات بھی ہوں، کنارے پر ان کے پینے کی بناء پر پانی گرا ہوا بھی نظر آئے بلکہ فرض کیجئے کہ کسی جانور کو اس گڑھے کے پاس سے جاتا ہوا بھی دیکھا جائے، مگر دوری یا اندھیرے کی بناء پر معلوم نہ ہو سکے کہ کون سا جانور ہے تو خواہ مخواہ یہ سوچ لینا کہ کوئی درندہ یا خاص سؤر ہی تھا اور اس خیال کی بناء پر پانی کو ناپاک گمان کر کے بچنا، یہ حکم شرع پر عمل نہیں، بلکہ وسوسہ شیطانی کو قبول کرنا ہے۔ مانا کہ جنگل میں درندے وخنزیر بھی ہیں... مانا کہ وہ بھی ان ہی پانیوں سے پیتے ہیں.... مانا کہ جس جانور کو جاتے دیکھا، اس کا سور ہونا بھی ممکن ہے ....مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ کوئی ایسا جانور ہو کہ جس کا گوشت کھانا حلال ہے؟.........

☆قال فی الحدیقة بعدنقل ماقدمنا عنها عن جامع الفتاوی اول المقدمة العاشرة من ان بمجرد الظن لایمنع التوضی الخ لکن نقل قبل ذلك قال ولو رأی اقدام الوحوش عند الماء القلیل لایتوضؤ به انتهی وینبغی تقیید ذلك بما اذا غلب علی ظنه انها اقدام الوحوش والا فیحتمل انها اقدام ماکول اللحم فلایحکم

marfat.com

بالنجاسة بالشك ويقيد ايضا بانه رأى رشاش الماء حول ذلك الماء القليل ونحو ذلك من القرائن الدالة على ان الوحوش شربت منه ولا فلا نجاسة بالشك اھ

ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں بحوالہ حدیقۂ ندیہ جامع الفتاویٰ سے نقل کیا کہ محض گمان وضو میں رکاوٹ نہیں بنتا الخ۔ اسے نقل کرنے کے بعد صاحب حدیقہ فرماتے ہیں لیکن صاحب المجمع نے اسے سے پہلے نقل کیا کہ کوئی شخص تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدم دیکھے تو اسے وضو نہ کرے۔ انتہی اسے اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب اسے غالب گمان ہو کہ یہ درندوں کے قدم ہیں ورنہ یہ بھی احتمال ہوگا کہ ان جانوروں کے قدم ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ لہذا شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور یہ قید بھی ہونی چاہئے کہ جب وہ اس قلیل پانی کے گرد پانی کے چھینٹے دیکھے اور اس طرح کے دوسرے قرائن جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ درندوں نے اس سے پیا ہے ورنہ محض شک کی بنیاد پر نجاست ثابت نہ ہوگی۔ اھ

☆قلت فقد سبقه بهذا الحمل البحر فى البحر حيث قال وفى المبتغى بالغين المعجمة وبرؤية اثر اقدام الوحوش عند الماء القليل لايتوضؤ به سبع مر بالركية وغلب على ظنه شربه منها تنجس والا فلا اھ و ينبغى ان يحمل الاول على ماذا غلب على ظنه ان الوحوش شربت منه بدليل الفرع الثانى والا فمجرد الشك لايمنع الوضؤ به بدليل ماقدمنا نقله عن الاصل الخ

marfat.com

میں کہتا ہوں کہ اس بات پر کہ (پانی تھوڑا ہو) محمول کرنے میں بحر الرائق کے مصنف نے ان سے سبقت کرتے ہوئے بحر میں کہا کہ المبتغی میں ہے کہ تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدموں کے نشانات دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے۔ ایک درندہ کنویں کے پاس سے گزرا اگر گمانِ غالب ہو کہ اس نے اس سے پیا ہے تو وہ ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ اھ اور مناسب ہے کہ پہلے کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جب اسے گمانِ غالب ہو کہ درندوں نے اس سے پیا ہے کیونکہ اس (مفہوم) پر فرع ثانی (درندے کا گزرنا) دلیل ہے ورنہ محض شک اس کے ساتھ وضو کو منع نہیں کرتا اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم (صاحب بحر الرائق) نے اس سے پہلے اصل (مبسوط) سے نقل کیا ہے الخ ﴿البحر الرائق۔ کتاب الطہارۃ﴾

یا اس شکر کے ہڈیوں سے صاف کئے جانے کے ساتھ ساتھ فقط اتنی بات کا یقین اور حاصل ہوا کہ بنانے والے بے پرواہ ہیں۔

اگر یہ معاملہ بھی ہو تو شکر کے بارے میں سوائے شکوک وظنون کے اور کیا حاصل ہوا؟...... اس سے زیادہ تو وہ بے احتیاطیاں اور خیالات ہیں کہ جن کا بیان سابقہ ذکر کردہ مسائل میں گزرا۔ مقدمہ نمبر (6) دیکھئے۔

بلکہ جس مقام پر غلبہ وکثرت اور شدتِ بے احتیاطی کی بناء پر ایسا غلبہ ظن حاصل ہو جو یقین سے ملا ہوا نہ ہو وہاں بھی علماء حرام ونجس کا حکم نہیں فرماتے، بلکہ مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔ مقدمہ نمبر (7) دیکھئے۔

پھر ہمارے زیر بحث مسئلے میں تو غلب وکثرت والی صورت بھی متحقق نہیں کون کہہ سکتا ہے کہ اکثر ناپاک وحرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب وطاہر

marfat.com

شاذ و نادر؟..........

یا اتنا یقین مزید حاصل ہوا کہ وہ اپنی بے پرواہی کو وقوع میں لاتے ہوئے ہر قسم کی ہڈیاں ڈالتے ہیں۔

پھر بھی یہ تو ثابت نہیں کہ ہمیشہ وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ جو شکر کو نجس وحرام کردے اور جب معاملہ دونوں طرح کا ہے تو ہر شکر میں اس بات احتمال پیدا ہو گیا کہ وہ حرام ونجس کر دینے والے طریقے سے محفوظ ہو، چنانچہ اس پر ہرگز حکم حرمت ونجاست نہیں لگا سکتے۔ دیکھئے مقدمہ نمبر (8)۔

بلکہ جب تک کسی مقام پر شک وشبے کا باعث بننے والی کوئی اہم چیز وقوع پزیر نہ ہو تو تحقیقات کی بھی حاجت نہیں، بلکہ اگر یہ تحقیق، فتنہ وفساد، اہل ایمان کی تکلیف، ترک ادب بزرگان، پردہ دری مسلمین.. یا.. کسی اور ممنوعہ کام کا سبب بنے تو ہرگز ان خیالات وظنون کی پابندی نہ کی جائے۔ دیکھئے مقدمہ نمبر (10)۔

ہاں جو شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ خاص مردار کی.. یا.. حرام ہڈیاں لی گئیں اور پھر اس کے سامنے ہی شکر میں اس طرح ملا دی گئیں کہ اب جدا ہونا ممکن نہیں.. یا.. اپنی آنکھوں سے یوں دیکھا کہ بالخصوص ناپاک ہڈیاں لائی گئیں اور اس کے سامنے ہی ''رس بہائے جانے والے طریقے کے علاوہ'' رس میں شامل ہو گئیں اور پھر وہی رس شکر بنا تو خاص طور پر یہی شکر جو اس کے سامنے مذکورہ طریقے سے بنی، اس پر حرام ہو گی، جس کا کھانا، کھلانا، لینا اور دینا سب کا سب ناجائز ہے۔

یو ہیں جس خاص شکر کے بارے میں مذکورہ طریقوں سے تیار ہونے کے بارے میں کوئی ایسی خبر ملی کہ جسے شرعی اعتبار سے معتبر مانا جاتا ہے اور جس کا بیان

marfat.com

مقدمہ نمبر (5) میں گزرا اور کوئی قابل اعتماد بیان کرنے والا کہتا ہے کہ میں پہچانتا ہوں کہ یہ خاص وہی شکر ہے جس میں مذکورہ عمل کیا گیا تو اب اس کا استعمال بھی جائز نہ رہے گا۔ان دوصورتوں کے علاوہ ہرگز ممانعت نہیں۔

اور اگر اس خود دیکھا..یا..کسی معتبر شخص سے سنا مگر جب بازار میں یہ شکر بکنے آئی تو کسی ایسی شکر کے ساتھ مل گئی کہ جس کے بارے میں ناپاک ونجس ہونا معلوم نہیں اور ان دونوں میں بالکل تمیز نہ رہی تو اب بھی حکم جواز ہے اور خریدنے اور استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں، جب تک کہ کسی خاص شکر کے ناپاک وحرام ہونے پر پھر دلیل شرعی قائم نہ ہو۔ دیکھئے مقدمہ نمبر (9)۔

یہ حکم شرع ہے اور حکم فقط شرع کے لئے ہے۔وصلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہ وبارک وسلم آمین

خاتمہ، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی بہتری عطا فرمائے۔امین

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم نے اس شکر کے بارے میں سامنے آنے والی ہر صورت پر وہ واضح وروشن کلام کیا ہے کہ کسی بھی پہلو کے بارے میں حکم شرع مخفی نہ رہا۔اب اہل اسلام خود غور فرمالیں کہ اگر دریافت شدہ شکر میں ہماری بیان کردہ صورتوں میں سے کوئی ایسی صورت موجود ہو کہ جس پر ہم نے حکمِ حرمت ونجاست لگایا تو یہی حکم ہے۔ورنہ بصورتِ دیگر فقط ظنون اور اوہام کی پابندی محض تشدد وناواقفی ہوگی ..اور..نہ ہی بغیر تحقیق کسی شے کو حرام وناجائز کہہ دینے میں کچھ احتیاط ہے، بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی واضح دلیل نہ مل جائے۔دیکھئے مقدمہ نمبر (3)۔

marfat.com

ہمیں یقین ہے کہ اگر ان ظنون وخیالات کا دروازہ کھولا جائے تو استعمال کرنے والوں پر دائرہ حیات انتہائی تنگ ہو جائے گا۔ کیونکہ پھر ایک روسر کی شکر ہی کیا بے شمار دوسری اشیاء بھی چھوڑنی پڑ جائیں گی۔مثلاً گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور ان کی طہارت پر اصل کے ساتھ دلیل پکڑے بغیر کون سی واضح دلیل موجود ہے۔

الغرض اس دائرہ کو وسیع کرنے میں امت پر تنگی کرنا اور ہزاروں مسلمانوں کو گناہگار وفاسق ٹھہرانا لازم آتا ہے، جسے شریعت کہ بے انتہاء آسانی چاہتی ہے، ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہ وبارک وسلم

☆فی الحاشیة الشامية فيه حرج عظيم لانه يلزم منه تاثيم الامة اه

حاشیہ شامی میں ہے کہ اس میں بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس میں امت کی طرف گناہ کی نسبت لازم آتی ہے اھ۔ ﴿ردالمحتار، فصل فی اللبس﴾

☆وفيها هو ارفق باهل هذا الزمان لئلايقعوا فى الفسق والعصيان اه وقد قالت العلماء من كل مذهب كلما ضاق امرا تسع ومن القواعد المسلمة المشقة تجلب التيسير.

اور اسی میں ہے کہ اس میں موجودہ دور کے لوگوں کے لئے زیادہ نرمی ہے تا کہ وہ نافرمانی اور گناہ میں نہ پڑیں اھ

ہر مذہب کے علماء فرماتے ہیں جب کوئی معاملہ تختی کا باعث ہو تو اس میں وسعت آجاتی ہے اور مسلمہ قواعد سے ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے۔

marfat.com

علماء واضح طور پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں، اس دور میں یہ بھی غنیمت ہے کہ کوئی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔

☆فی فتاوی الامام قاضی خان قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبهات وانما علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین اھ

فتاوی قاضی خان میں ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ ہمارا زمانہ شبہات سے اجتناب کا زمانہ نہیں مسلمان پر لازم ہے کہ آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔اھ

﴿فتاوی قاضی خان۔الحظر والاباحۃ﴾

☆ وفی تجنیس الامام برهان الدین عن ابی بکر ابراهیم لیس هذا زمان الشبهات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاك اھ ملخصا

امام برہان الدین کی تجنیس میں ابوبکر بن ابراہیم سے منقول ہے کہ یہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے بے شک حرام نے ہمیں مستغنی کردیا یعنی اگر تو حرام سے بچے تو کافی ہے۔اھ تلخیص ﴿غمز عیون البصائر مع الاشباہ۔کتاب الحظر والاباحۃ﴾

☆وعنهما فی الاشباه نحو ذلك وفی الطریقة وشرحها بعد نقل الامامین المعاصرین رحمهما الله تعالی زمانهما ای زمان قاضی خان وصاحب الهدایة رحمهما الله تعالی قبل ستمائة سنة من الهجرة النبویة وقد بلغ التاریخ الیوم ای فی زمان المصنف لهذا الکتاب رحمه الله تعالی تسعمائة وثمانین سنة من الهجرة

marfat.com

وبلغ التاريخ اليوم الى الف وثلث وتسعين سنة من الهجرة ولاخفاء ان الفساد والتغير يزيدان بزيادة الزمان لبعده عن عهد النبوة اھ ملخصا

اوران دونوں سے الاشباہ میں اسی کی مثل ہے الطریقہ محمدیہ اوراس کی شرح میں دومعاصر ائمہ رحمہ اللہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں یعنی قاضی خان اور صاحبِ ہدایہ کا زمانہ سن ہجری کے اعتبار سے چھ سوسال پہلے کا ہے اور آج مصنف کے زمانے میں ۹۸۰ھ ہوگئی ہے اور آج (شرح لکھتے وقت) ۱۰۹۳ھ ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ عہدِ نبوت سے دوری کی وجہ سے جوں جوں زمانہ بڑھتا جاتا ہے فساد وتغیر میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اھ ملخصا۔ ﴿الحدیقۃ الندیہ۔ الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ﴾

☆وفی العالمگیریة عن جواهر الفتاوی عن بعض مشائخه علیك بترك الحرام المحض فی هذا الزمان فانك لاتجد شیئا لاشبهة فیه اھ

فتاوی عالمگیری میں بحوالہ جواہر الفتاوی میں بعض مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں تم پر محض حرام کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ آج تم کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جس میں شبہہ نہ ہو۔ ﴿فتاوی ہندیہ۔ کتاب الکراہیۃ باب فی البیع﴾

سبحان اللہ! جب چھٹی صدی ہجری کے علماء، بلکہ اس سے پہلے بھی علماء اسلام یوں فرماتے آئے ہیں تو ہم کمزوروں کو اس چودھویں صدی میں کیا امید رکھنی چاہیئے؟...... فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسی ہی وجوہات کی بناء پر حدیثِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے،

marfat.com

☆انكم فی زمان من ترك منكم عشر ما امر به هلك ثم یاتی زمان من عمل منهم بعشر ماامر به نجا اخرجه الترمذی وغیره عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم

تم (اے صحابہ کرام) اس زمانے میں ہو کہ تم میں سے جو شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو آدمی اس چیز کے دسویں حصے پر بھی عمل کرے گا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ نجات پائے گا۔ ترمذی وغیرہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا۔ ﴿جامع ترمذی۔ ابواب الفتن﴾

ہاں جو شخص رحمت عالم (ﷺ) کے درج ذیل حکم

☆قوله صلی الله تعالی علیه وسلم کیف وقد قیل اخرجه خ وغیره عن عقبة بن الحارث النوفلی وقوله صلی الله تعالی علیه وسلم من اتقی الشبهات فقد استبرء لدینه وعرضه اخرجه الستة عن النعمان بن بشیر رضی الله تعالی عنهم

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد جسے امام بخاری وغیرہ نے عقبہ بن حارث نوفلی سے روایت کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے (کہ تو اس سے مباشرت کرے) جبکہ کہا گیا ہے (تو اس کا بھائی ہے) اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی۔ اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنھم سے روایت کیا ہے۔ ﴿صحیح بخاری۔ باب فضل من استبراء لدینہ﴾

کی بناء پر شبہات سے بچنا چاہے اور ان امور کا کہ جنھیں ہم مقدمہ

marfat.com

نمبر(10) میں ذکر کر آئے ہیں لحاظ رکھے تو بہت بہتر اور افضل اور نہایت پسندیدہ عمل ہے مگر ضروری ہے کہ اس کی احتیاط اور ورع کا حکم فقط اس کی ذات تک محدود رہے ،نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ہی ممنوع کہنے لگے ..یا..جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہیں ان پر طعن واعتراض شروع کر دے ،انہیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے ،کیونکہ اس عمل سے تو اس کا ورع وتقوی کو ترک کر دینا ہی ہزار ہا گنا بہتر تھا کہ اس طرح شریعت پر افتراء اور مسلمانوں پر طعن وتشنیع سے تو محفوظ رہتا۔

☆قال الله تبارك وتعالى " لَاتَقُولُوا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَايُفْلِحُوْنَ ☆ "

☆اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں ،یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔'' (النحل۔۱۱۶)

☆وقال جل مجده **وَلَاتَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اى لايعب بعضكم بعضا واللمزهوا لطعن باللسان**

☆اللہ جل وعلا نے فرمایا ''اور آپس میں طعن نہ کرو۔'' (الحجرات۔۱۱)

یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو اللمز کہتے ہیں۔

☆ولابی داؤد وابن ماجة عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم كل المسلم على المسلم حرام ماله وعرضه ودمه حسب امرئ من الشر ان يحتقر اخاه المسلم

marfat.com

ابوداؤد اور ابن ماجہ بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا ''مسلمان کا مال، عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ کسی انسان کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ﴿سنن ابن ماجہ۔ باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ﴾

اس شخص پر تعجب ہے کہ تقویٰ کا ارادہ کرے اور قطعی طور پر حرام کئے ہوئے افعال میں مبتلاء ہو جائے، یہ فقط تشدد اور گہرائی میں جانے کا نتیجہ ہے۔ اور حقیقت ہے کہ دین وسنت صراط مستقیم ہیں۔ جس طرح زیادتی کی بناء پر انسان فریب کار ہو جاتا ہے، کمی کرنے سے اسی قسم کی آفات میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ **لَمْ یَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا** (اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔ الکھف ۱)۔ افراط وتفریط دونوں ممنوع ومذموم ہیں۔

اور بھلا عوام بے چاروں کی کیا شکایت، آج کل تو بہت سے جہال جو علم وکمال کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، یہی روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مکروحات بلکہ مباحات بلکہ مستحبات کو اپنی سمجھ کے مطابق ممنوع سمجھتے ہوئے، ان سے بچنے اور نفرت کرنے کے بارے میں کیا کچھ نہیں لکھ جاتے، حتیٰ کہ بسا اوقات شرک وکفر تک پہنچانے میں بھی شرم نہیں کرتے۔ پھر یہ نہیں کہ ایک آدھ جگہ غلطی سے قلم سے لکھا گیا تو دسیوں جگہ اس کا تدارک نظر آئے۔ نہیں نہیں بلکہ طرح طرح سے اسے ثابت کرتے ہیں، الٹی سیدھی دلیلیں لاتے ہیں۔ پھر جب گرفت کی جائے تو ''گناہ کا عذر بیان کرنا گناہ سے بدتر'' یہ کہ اس کی اس طرح تاویل کرتے ہیں کہ دراصل ڈرانے اور خوف پیدا کرنے کے لئے تشدد مقصود ہے۔ سبحان اللہ! اچھا تشدد ہے ان سے زیادہ گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ کسی مسلمان کو کافر ومشرک قرار دینا، بلکہ

marfat.com

خود اصرار کے ساتھ اسے مسلمانوں کا عقیدہ ثابت کرنا کتنا شدید عظیم گناہ ہے۔ اور دین حنیف میں کہ جو انتہائی سہل ولطیف ہے، یہ سخت گیری کیسی بری اور قابل نفرت بدعت ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

رحمت کونین (ﷺ) فرماتے ہیں کہ آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو، خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

☆احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی الله تعالی عنه مرفوعا یسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا ولمسلم وابی داؤد عن ابی موسی الاشعری رضی الله تعالی عنه کان صلی الله علیه وسلم اذا بعث احدا من اصحابه فی بعض امره قال بشروا ولاتنفروا ویسروا ولاتعسروا

امام احمد، بخاری، مسلم، اور نسائی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت پیدا نہ کرو۔ امام مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ جب کسی صحابی کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو فرماتے خوشخبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، تنگی میں نہ ڈالو۔

﴿مسلم۔ باب تامیر الامام الامراء﴾

اور فرماتے ہیں کہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ کہ دشواری میں مبتلاء کرنے والے،

☆احمد والستة ماخلا مسلما عن ابی هریرة رضی الله

marfat.com

تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین

امام احمد اور اصحابِ ستہ، ماسوائے امام مسلم کے (رحمہم اللہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے تنگی میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

﴿بخاری۔ باب صب الماء علی البول فی المسجد﴾

اور فرمایا کہ تشدد وغلو والے ہلاک ہو گئے،

☆احمد ومسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم هلك المتنطعون

امام احمد، مسلم، اور ابوداؤد رحمہم اللہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، گفتگو میں شدت اختیار کرنے والے ہلاک ہوئے۔ ﴿سنن ابوداؤد۔ باب فی لزوم السنۃ﴾

اور وارد ہوا کہ آپ نے ارشاد فرمایا، میں نرم شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، جو ہر باطل سے کنارہ کرنے والی ہے جو میرے طریقے کا خلاف کرے وہ میرے گروہ سے نہیں ہے۔

☆الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم بعثت بالحنیفیة السمحة ومن خالف سنتی فلیس منی الی غیر ذلك من احادیث یطول ذکرها والتی ذکرنا کافیة وافیة نسأل الله سبحانه العفو والعافیة امین

marfat.com

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا، ''مجھے آسانی اور ہر باطل سے جدا شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور جس نے میری سنت کی مخالفت کی وہ مجھ سے نہیں۔ ﴿تاریخ بغداد﴾

اس کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعثِ طوالت ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی دوانی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے آج تک نہ تو اس شکر کی صورت دیکھی ہے اور نہ ہی کبھی اپنے یہاں منگوائی اور نہ آگے منگائے جانے کا ارادہ ہے۔ مگر اس وجہ سے ہرگز ممانعت نہیں مانتا، نہ جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہیں انہیں گناہگار و بیباک گمان کرتا ہے۔ اور نہ ہی تقوی وورع کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرتا ہے اور نہ ہی اپنے نفس ذلیل کے لئے اس ذریعے سے دیگر مسلمانوں پر بلندی و برتری کو جائز رکھتا ہے۔

☆وباللہ التوفیق ☆والعیاذ من المداھنة والتضییق ☆وھو سبحانه وتعالی اعلم ☆ وعلمه جل مجده اتم واحکم واعلم ان لنا فی الکلام ☆علی ھذا المرام ☆بتوفیق المولی سبحانه وتعالی مباحث اخری ☆ادق واعلی لکنھا دقیقة المنزع ☆عمیقة المشرع ☆عویصة المنال ☆طویلة الازیال ☆وقد قضینا الوطر عن ابانة الصواب وتحقیق الجواب ☆فکفینا امرھا فطوینا ذکرھا فھاك جوابا قل ودل بفضل الملك عزوجل فان لم یصبھا وابل فطل ومعلوم ان ماقل وکفی خیر مما کثر والھی قاله المصطفی علیه

marfat.com

افضل الثنا ☆رواہ ابویعلی والضیاء المقدسی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ وعن کل ولی امین

☆اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، منافقت اور تنگی پیدا کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں اور اس پاک اور بلند ذات کا علم زیادہ ہے اس کی ذات بلند اور اس کا علم نہایت مکمل اور مضبوط و محکم ہے۔ جان لو اپنے مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے اس مقصد پر ہمارے پاس کچھ مباحث اور بھی ہیں جو نہایت باریک اور اعلیٰ ہیں لیکن ان کا حصول نہایت باریک بینی کا کام ہے اور ان کا منبع نہایت گہرائی میں ہے۔ ان کو پانا نہایت دشوار ہے اور ان کا دامن نہایت طویل ہے ہم نے راہ حق کے اظہار اور جواب کی تحقیق میں مقصود حاصل کرلیا ہے ہم نے اس معاملہ میں اسی پر اکتفاء کیا ہے اور اس کا ذکر ختم کردیا ہے کہ جواب عزت و بزرگی والے بادشاہ کے فضل سے قلیل لیکن زیادہ رہنمائی کرنے والا ہے اگر تیز بارش بھی نہ پہنچے تو اوس کافی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو بات مختصر اور کفایت کرنے والی ہو وہ زیادہ اور غافل کرنے والی سے بہتر ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہی بات فرمائی ہے۔ اسے ابویعلی اور ضیاء مقدسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ہر ولی سے راضی ہو۔

تنبیہ:۔

فقیر غفرلہ نے مذکورہ دس مقدمات میں جو مسائل و دلائل ذکر کئے ہیں، جو انہیں اچھی طرح سمجھ لے تو اس قسم کی تمام چیزوں مثلاً

بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیا، یورپ سے آئے ہوئے دودھ، مکھن، صابن اور مٹھائیوں وغیرہ کا حکم خود جان سکتا ہے۔

marfat.com

غرض یہ کہ ہر جگہ خبر کی کیفیت، خبر دینے والے کی حالت، واقعہ کا حاصل، حرام ونجس کو ملانے کا طریقہ، ظن اور یقین میں فرق، ظنون کے درجات، ضابطہ کلیہ کالحاظ، ورع وتقوی کی صورتیں اور مخلوق کی مدارات وغیرہا، ذکر کردہ امور کی تحقیق ورعایت کرلیں، پھران شاءاللہ تعالیٰ کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا کہ جس کا حکم ہماری تقاریر سابقہ سے واضح نہ ہوجائے۔

☆والله سبحانه الموفق والمعين وبه نستعين فى كل حين ☆وصلى الله تعالى على سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد واله اصحابه اجمعين وعلينا معهم برحمتك ياارحم الراحمين امين امين اله الحق امين ......استراح القلم من تحريره فى ثلثة ايام من اواخر ذى القعدة المحرم ......اخرها يوم السبت السادس والعشرون من ذاك الشهر المكرم سنة ثلث بعدالالف وثلث مائة من هجرة حضرة سيدالعالم صلى الله تعالى عليه وعلى اله وصحبه وبارك وسلم ......مع اشتغال البال برد اهل الضلال وشيون اخر ......والحمد لله العلى الاكبر مالذا لملح وحب الشكر والله تعالى اعلم وعلمه اتم وحكمه احكم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اور ہر وقت ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ رسولوں کے سردار اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے تمام آل واصحاب پر رحمت ہو اور ان کے ساتھ ہم پر بھی۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تیری رحمت کے ساتھ۔ یا اللہ ہماری دعا قبول فرما، یا اللہ ہماری دعا قبول

marfat.com

فرما، اے سچے معبود، ہماری دعا قبول فرما۔ حرمت والے ذیقعد کے آخر میں تین دن
کے اندر قلم اس کی تحریر سے فارغ ہوگیا۔ ۲۶ ذی القعدہ ۱۳۰۳ھ بروز ہفتہ آخری دن
تھا۔ باوجود یہ کہ میں گمراہ لوگوں کے رد اور دوسرے امور میں قلبی طور پر مشغول تھا۔ اللہ
بزرگ و برتر کے لئے حمد ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿خلاصہ﴾

الحمد للہ! اعلیٰ حضرت (قدس سرہ) کی بیان کردہ تمام تر تحقیق و تفصیل کی روشنی میں بازار میں بکنے والی ہر اس چیز کا حکم معلوم کرنا بے حد آسان ہوگیا ہے کہ جس کی تیاری میں کسی حرام و نجس شے کی ملاوٹ کا گمان کیا جاتا ہے۔ مزید آسانی کے لئے درج ذیل چند سطروں کا یاد رکھنا بھی مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

جو شخص کسی چیز کے بارے میں مذکورہ گمان رکھتا ہے، وہ دو حال سے خالی نہیں۔

﴿1﴾ اس نے مذکورہ شے کے کارخانے وغیرہ میں حرام چیز کی ملاوٹ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کی ہے۔

﴿2﴾ خود نہیں دیکھی، بلکہ کسی سے سن کر کہہ رہا ہے۔

پہلی صورت میں درج ذیل ترتیب کے ساتھ حکم کی تعیین کی جائے گی۔

marfat.com

{i} سب سے پہلے بالتحقیق معلوم کیا جائے کہ اس شے کو اس مقام پر، حرام ونجس کی ملاوٹ کے بغیر کسی اور طریقے سے بھی تیار کیا جاتا ہے یا نہیں؟

اگر بعد تحقیق ثابت ہو جائے کہ اس شے کی تیاری کا ''حرام ونجس کی ملاوٹ'' کے بغیر، کوئی اور مناسب طریقہ بھی موجود ہے۔ تو اب تمام افراد پر حرام ونجس کا حکم نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ ہر فرد میں یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ شائد یہ حلال طریقے سے تیار کیا گیا ہو۔

{ii} اب جو افراد اس کی نگاہوں کے سامنے حرام طریقے سے تیار ہوئے، ان کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ انہیں وہیں براہ راست کارخانے سے ''بغیر نگاہوں سے اوجھل ہوئے'' خریدا جا رہا ہے یا وہاں سے نہیں بلکہ بازار میں جا کر۔

{iii} اگر وہیں کارخانے سے خریدنے کا ارادہ ہو تو اب خریدنا و استعمال کرنا حرام ہوگا۔ کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ یہ حرام کی ملاوٹ سے تیار شدہ ہیں۔

{iv} اگر کارخانے میں تیار ہوتے دیکھا تو تھا لیکن وہیں نہیں خریدا بلکہ بازار جا کر خریدنے کا ارادہ ہے تو غور کیا جائے کہ یہ افراد بازار میں جا کر دوسرے قسم والے حلال افراد سے اس طرح تو مختلط نہیں ہو گئے کہ ان دونوں میں باہم بالکل فرق نہیں کیا جا سکتا۔

{v} اگر اسی طرح مختلط ہو گئے ہیں تو سب کا استعمال حلال۔ کیونکہ جس فرد

marfat.com

کو استعمال کیا جائے گا، حتمی نہیں کہ وہ حرام افراد میں سے ہی ہو۔

{vi} اور اگر مختلط نہیں ہوئے..یا..ہوئے لیکن تمیز کرنا ممکن ہے تو اب ان کا خریدنا، استعمال کرنا، بیچنا سب حرام ہوگا۔

{vii} اور اگر بعد تحقیق معلوم ہو کہ اس شے کے تمام افراد فقط حرام ونجس کی ملاوٹ سے ہی تیار کئے جاتے ہیں، کسی اور طریقے سے نہیں، تو اب چاہے کارخانے سے لینے کا ارادہ ہو یا بازار سے.....خریدنا، بیچنا اور اس کے بعد استعمال سب کا سب حرام ہوگا۔

اور **دوسری صورت** یعنی جب مذکورہ شے کو تیار ہوتے ہوئے خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ اس کے بارے کسی سے سنا ہے۔تو اب اولاً خبر دینے والے کے بارے میں غور کرنا ضروری ہے۔یعنی دیکھا جائے کہ وہ خبر دینے والا

☆ اکیلا شخص ہے ..یا.. ☆ کثیر جماعت۔

اگر اطلاع دینے والا **اکیلا شخص** ہے تو دیکھیں کہ

☆ کافر ومشرک ہے..یا.. ☆ مسلمان۔

اگر کافر ومشرک ہے تو دیکھیں کہ

☆ اس کی خبر دل میں جمتی محسوس ہو رہی ہے..یا..☆ نہیں۔

پہلی صورت میں احتیاط افضل، لیکن استعمال اب بھی جائز رہے گا۔اور

marfat.com

دوسری صورت میں بالکل جائز۔

اور...   اگر مسلمان ہےتو دیکھیں کہ

☆عادل ہے..یا..☆فاسق ہے..یا..☆مستور الحال۔

☆اگر عادل ہےتو پھر دیکھا جائے گا کہ خود دیکھ کر خبر دے رہا ہے یاسن کر۔

پہلی صورت میں وہ تمام تفصیل ہوگی جسے ابتداء میں ذکر کیا گیا۔

دوسری صورت میں دیکھا جائے گا کہ کوئی منتہائے سند ہے (یعنی وہ شخص جس کے ذریعے ابتداء یہ بات دیگر لوگوں تک پہنچی)..یا نہیں۔

اگر منتہائے سند ہوتو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو اکیلے شخص کی خبر قبول کرنے..یا..نہ کرنے کے بارے میں مذکور ہوئی..اور..ہوگی۔

اگر منتہائے سند نہ ہوتو افواہِ بازاری ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں۔اس شے کا خریدنا واستعمال کرنا دونوں حلال ہیں۔

اور...

☆اگر وہ شخص فاسق یا مستور الحال ہوتو اب تحری کرنا یعنی دل سے گواہی طلب کرنا، واجب ہے، چنانچہ اب دل دو حال سے خالی نہ ہوگا۔

☆ان کے صدق پر گواہی دیتا ہے......یا......☆کذب پر۔

بصورتِ اول تحری شرعیہ کی بنا پر احتراز کریں گے اور اس شے کا استعمال

marfat.com

ممنوع ہوگا، مگر حرامِ قطعی نہیں۔

بصورتِ ثانی احتراز افضل ہے کہ ہوسکتا ہے کہ سچ کہہ رہا ہو۔ لیکن شے اب بھی حلال رہے گی۔

اور...

☆ اگر کثیر جماعت نے خبر دی ہے تو پھر معلوم کیا جائے کہ

☆ خود دیکھ کر خبر دے رہی ہے.. یا.. ☆ فقط کسی سے سن کر۔

☆ اگر ثابت ہو جائے کہ خود دیکھ کر خبر دی ہے تو اب باقی وہی تفصیل ہوگی جس کا ذکر سب سے پہلی صورت میں کیا گیا۔

اور

☆ اگر فقط سن کر خبر دے رہی ہے تو غور کیا جائے کہ منتہائے سند معلوم ہے یا نہیں؟

اگر معلوم ہو تو پہلے ذکر کردہ ترتیب کے مطابق عمل کریں گے۔ مثلاً خبر دینے والا مسلمان ہے یا کافر...... اگر مسلمان ہے تو عادل ہے، فاسق ہے یا مستور الحال وغیرہ......الخ

اور اگر معلوم نہ ہو تو افواہِ بازاری ہے جس کا حکم پہلے بیان کیا جا چکا کہ اس کا اعتبار نہیں اور شے بدستور حلال و پاکیزہ۔

marfat.com

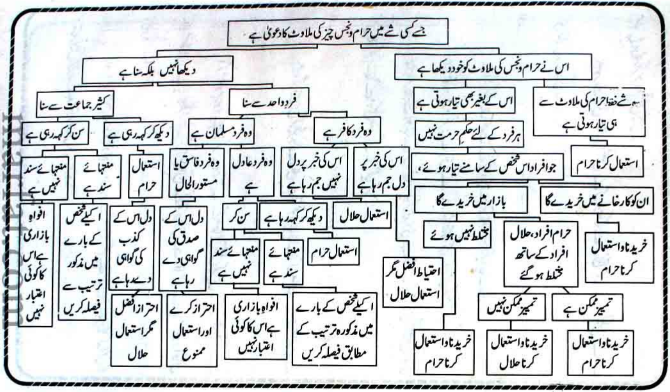
جسے کسی شے میں حرام ونجس چیز کی ملاوٹ کا دعویٰ ہے
اس نے حرام ونجس کی ملاوٹ کو خود دیکھا ہے
دیکھا نہیں بلکہ سنا ہے
وہ شے فقط حرام کی ملاوٹ سے ہی تیار ہوتی ہے
اس کے بغیر بھی تیار ہوتی ہے
استعمال کرنا حرام
ہر فرد کے لئے حکمِ حرمت نہیں
جو افراد اس شخص کے سامنے تیار ہوئے،
ان کو کارخانے میں خریدے گا
بازار میں خریدے گا
خریدنا واستعمال کرنا حرام
حرام افراد، حلال افراد کے ساتھ مخلط ہو گئے
مخلط نہیں ہوئے
تمیز ممکن ہے
تمیز ممکن نہیں
خریدنا واستعمال کرنا حرام
خریدنا واستعمال کرنا حلال
خریدنا واستعمال کرنا حرام
فردِ واحد سے سنا
کثیر جماعت سے سنا
وہ فرد کافر ہے
وہ فرد مسلمان ہے
اس کی خبر پر دل جم رہا ہے
اس کی خبر پر دل نہیں جم رہا ہے
استعمال حلال
احتیاط افضل مگر استعمال حلال
وہ فرد عادل ہے
وہ فرد فاسق یا مستور الحال
دیکھ کر کہہ رہا ہے
سن کر
استعمال حرام
منتہائے سند ہے
منتہائے سند نہیں ہے
اکیلے شخص کے بارے میں مذکورہ ترتیب کے مطابق فیصلہ کریں
افواہِ بازاری ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں
دل اس کے صدق کی گواہی دے رہا ہے
دل اس کے کذب کی گواہی دے رہا ہے
احتراز کرے اور استعمال ممنوع
احتراز افضل مگر استعمال حلال
دیکھ کر کہہ رہی ہے
سن کر کہہ رہی ہے
استعمال حرام
منتہائے سند ہے
منتہائے سند نہیں ہے
اکیلے شخص کے بارے میں مذکور ترتیب سے فیصلہ کریں
افواہِ بازاری ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں

marfat.com

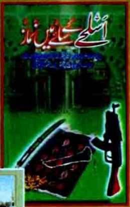

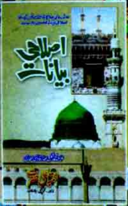

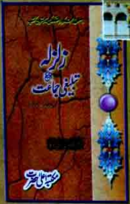

ملنے کا پتہ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ سستا ہوٹل لاہور

E-mail: ajmalattari20@hotmail.com

Voice # 042-7247301